ابنِ صفی

جلد نمبر
31

جاسوسی دنیا

93- ساتواں جزیرہ

94- شیطانی جھیل

95- سنہری چنگاریاں

جاسوسی دنیا نمبر 95

سنہری چنگاریاں

(مکمل ناول)

پیش رس

خطوط کا ایک انبار میرے سامنے ہے اور میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے...... یہ خطوط میری پچھلی کتاب "بیباکوں کی تلاش" سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس انبار میں صرف آٹھ عدد خطوط ایسے ملے ہیں جن کے راقموں یا راقماؤں کو یہ کتاب پسند نہیں آئی۔

ایک صاحب یا صاحبہ (نام سے جنس کا اندازہ کرنا دشوار ہے) رقم طراز ہیں کہ میں صرف "جاسوسی ناول" لکھا کروں۔ مزاح وغیرہ کی طرف قطعی دھیان نہ دوں۔ کہانی میں صرف ایک قتل ہو اور سراغ رساں مختلف قسم کی گتھیاں سلجھاتا ہوا مجرم تک جا پہنچے۔"

محترم یا محترمہ! یقین مانئے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ کسی کہانی میں سرے سے کوئی قتل ہی نہ ہو...... لیکن پبلک۔

ہماری قوم ہر وقت خون کو گرمائے رکھنا چاہتی ہے۔ پتہ نہیں آپ کو یاد ہو یا نہ ہو کہ سری ادب کے طوفان سے پہلے ہمارے یہاں تاریخی ناولوں کا سیلاب آیا ہوا تھا جن کے ہر صفحے پر "کشتوں کے پشتے" نظر آیا کرتے تھے۔ اُس سے بھی پہلے مرزا غالب تک اکثر "دھول دھپے" کا شکار ہوئے ہیں۔ بہر حال کیا عرض کروں...... اکثریت ایسے پڑھنے والوں کی ہے جو کتاب کے ہر صفحے پر "دھول دھپا" دیکھنا چاہتے ہیں۔ پھر بھی میں محتاط ہو کر لکھتا ہوں۔

ایک صاحب کو "بیباکوں کی تلاش" میں پیش رس کے علاوہ اور کہیں

بھی انجمن کا طریق کار نظر نہیں آیا...... ان کو ایک ایسے صاحب کے ساتھ بٹھا دیا جائے جو صبیحہ کے کردار کو سرے سے غیر ضروری سمجھتے ہیں تو مجھے دونوں ہی کو تشفی بخش جواب دینے میں آسانی ہو گی۔ تو آپ دونوں ہی سنئے! صبیحہ کا کردار محض انجمن کا طریق کار واضح کرنے کے لئے لایا گیا تھا...... اس کی وضاحت کے دو ہی طریقے ہو سکتے ہیں۔ یا تو چند حرفوں میں یہ لکھ دیا جائی کہ "انجمن کا پیشہ بلیک میلنگ تھا......" یا پھر کسی واقعہ کے سہارے یہ چیز قاری کے ذہن نشین کرائی جائے...... پہلا طریقہ کہلاتا ہے "رپورٹ" اور دوسرا "کہانی" تو پھر میں کہانی ہی لکھنے بیٹھا تھا...... رپورٹ نہیں۔

ایک صاحبہ اس پر بہت دکھی ہیں کہ آخر میں عمران نے صبیحہ سے بڑی بے مروتی برتی ہے۔ کم از کم صبیحہ کو اتنا تو معلوم ہی ہو جانا چاہئے تھا کہ وہ حقیقتاً کون ہے۔ بھئی کیا عرض کروں...... یہ عمران صاحب جانیں کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ لیکن اتنا میں بھی جانتا ہوں کہ وہ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ انہیں اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ کسی پر کیا گذر رہی ہے۔ بس کسی طرح اپنا الو سیدھا ہونا چاہئے۔

ایک صاحب کو یہ ناول اس لئے پسند نہیں آیا کہ اس میں مجرموں اور سراغ رسانوں کے مابین مورچہ بندی نہیں ہوئی۔

بہرحال مختلف قسم کی پسند رکھنے والے حضرات بعض اوقات مجھے چکرا کر رکھ دیتے ہیں۔ خیر صاحب...... یہ رہیں سنہری چنگاریاں۔ اس میں آپ کو وہ سب کچھ مل جائے گا جو آپ چاہتے ہیں۔

ابن صفی

جنازہ

بالآخر وہ جنازہ پولیس اسٹیشن جا پہنچا۔

جنازے کے ساتھ چالیس آدمی تھے۔ لیکن کسی کو بھی نہیں معلوم تھا کہ مرنے والا کون تھا یا اُسے کہاں دفن کرنا ہے۔

ہوا یہ کہ شہر کی ایک بھری پُری سڑک پر ایک نیک دل شہری کو ایک جنازہ نظر آیا، جس کے ساتھ صرف پانچ آدمی تھے...... پانچواں کبھی ایک پائے کو کاندھا دیتا کبھی دوسرے کو۔

اُس نیک دل شہری نے سوچا کہ قبرستان تک پہنچتے پہنچتے پانچوں کے کاندھے شل ہو جائیں گے لہٰذا وہ بھی ازراہِ ہمدردی جنازے کے ساتھ ہو لیا اور جلد جلد کاندھا بدلنے کی بھی کوشش کرتا رہا۔ یہی نہیں بلکہ دوسرے راہگیروں کو بھی ترغیب دیتا گیا کہ وہ اُس کارِ ثواب میں حصہ لیں۔

اس طرح اُن پانچوں کی مشکل آسان ہو گئی اور ذرا ہی سی دیر میں جنازے کے ساتھ بہت سے لوگ نظر آنے لگے۔

وہ خلوص نیت سے جنازے کو آگے بڑھائے لئے جا رہے تھے۔ یہ سوچے بغیر کہ جانا کہاں ہے لیکن اُس وقت تو سبھی چونکے جب شہری آبادی بھی پیچھے رہ گئی تھی۔ پھر کسی نے با آواز بلند سبھوں کو مخاطب کر کے پوچھا تھا "کہ جانا کہاں ہے۔ تدفین کس قبرستان میں ہو گی۔"

اس سوال پر وہ سب احمقوں کی طرح ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے تھے۔ کسی کے پاس

بھی اس کا جواب نہیں تھا۔

آخر جنازہ وہیں سڑک کے کنارے رکھ دیا گیا۔ وہ سب براہِ راست ایک دوسرے سے اُس کے متعلق پوچھنے لگے۔

تب اُس نیک دل آدمی کے دل میں شبہ گذرا کہ ہو نہ ہو اُس نے دھوکا کھایا ہے...... کچھ لوگ خاص طور پر اُسے گھور رہے تھے؟ شائد انہوں نے یاد رکھا تھا کہ اُسی آدمی نے انہیں اس کارِ ثواب میں حصہ لینے کی دعوت دی تھی۔

اب تو وہ نیک دل آدمی بے حد نروس نظر آنے لگا...... سوچ رہا تھا کہ الزام اُسی کے سر جائے گا...... خود اُس سے یہ حماقت سرزد ہوئی تھی کہ اُس نے اُن پانچوں آدمیوں کو اس حیثیت سے نہیں دیکھا تھا کہ اُن کی شکلیں بھی یاد رکھنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔

وہ تو اب یقین کے ساتھ کہہ ہی نہیں سکتا تھا کہ ان لوگوں میں وہ پانچوں بھی موجود ہیں یا نہیں۔

بالآخر اُسے اپنی کہانی بقیہ کو سنانی پڑی اور لوگ اُسے بُرا بھلا کہنے لگے۔ پھر کسی نے گہوارے پر سے چادر ہٹادی۔ لاش کفن میں لپٹی پڑی تھی۔ ایک آدمی نے مردے کا منہ دیکھنا چاہا لیکن اُس نیک دل آدمی نے جواب کافی ذہین نظر آنے لگا تھا اُسے اس سے باز رکھا۔ اُس نے تجویز پیش کی کہ لاش کو ہاتھ لگائے بغیر یہ جنازہ جوں کا توں کسی پولیس اسٹیشن پر لے جایا جائے۔ اُس کے اس مشورے کی مخالفت نہیں کی گئی تھی۔

جنازہ پرنسٹن کے تھانے پر لایا گیا تھا۔

اور جب تھانے کے انچارج نے کفن کی ڈوری کھول کر مردے کا منہ دیکھنا چاہا تو مٹی کی ایک ہانڈی لڑھک کر گہوارے کی دیوار سے جا ٹکرائی۔

لاش کا سر غائب تھا اور اُس کی جگہ ہانڈی رکھ دی گئی تھی۔ کلائیوں سے ہتھیلیاں غائب تھیں اور ٹخنوں سے پنجے الگ کر لئے گئے تھے ان کی بجائے لکڑی کی چھوٹی چھوٹی تختیاں پیروں سے اس طرح جوڑ دی گئی تھیں کہ کفن کے اوپر سے پنجے معلوم ہوں۔

اور یہ کسی عورت کی لاش تھی جسم کی بناوٹ سے معلوم ہوتا تھا کہ عمر بیس اور پچیس

کے درمیان رہی ہوگی۔ جلد سفید تھی۔

نیک دل آدمی کو پھر آگے آنا پڑا۔ پوری داستان دہرائی اُس نے اور شبہ میں اُسی وقت دھر لیا گیا۔

وہ تھانے کے انچارج کو کسی طرح باور نہ کرا سکا کہ اُسے اُن پانچوں آدمیوں میں سے کسی کی بھی شکل یاد نہیں رہی تھی۔

سنسنی خیز واقعہ تھا، اس لئے بات فوری طور پر محکمہ سراغ رسانی تک جا پہنچی۔ لاش بھی ناقابل شناخت تھی اس لئے بھلا کرنل فریدی کے علاوہ اور کون آگے آتا۔

حمید تو چھوٹتے ہی بولا تھا۔ "احمق تھے وہ پانچوں...... ارے اس جنازے کو سیدھے یہیں لئے چلے آتے خواہ مخواہ راہگیروں کو زحمت دینے کی کیا ضرورت تھی۔"

پھر پرنسٹن کے تھانے پہنچ کر اُس نیک دل آدمی سے پوچھا تھا۔ "کیوں صاحب...... کیا آپ کافی ہاؤز میں نہیں بیٹھتے......!"

"نہیں جناب......؟" نیک دل آدمی نے اس عجیب سوال پر بوکھلا کر جواب دیا۔

"یہی بات ہے، ورنہ پانچ ہزار جنازے آپ کے سر سے گذر جاتے لیکن آپ کے کان پر جوں نہ رینگتی۔"

دوسری طرف فریدی لاش کا جائزہ لے رہا تھا۔ اُن سبھوں کو تھانے کی کمپاؤنڈ میں روکے رکھا گیا تھا، جنہوں نے اُس نیک دل آدمی کی ترغیب پر جنازے کے جلوس میں شرکت کی تھی۔

لاش کا جائزہ لے چکنے کے بعد فریدی نے اُن سے بھی کچھ سوالات کئے تھے پھر وہ اس نیک دل آدمی کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"اُن میں کوئی ایسا نہیں جس نے آپکی طرف اشارہ نہ کیا ہو۔" فریدی نے اُس سے کہا۔

"مجھے خود ہی اعتراف ہے جناب عالی کہ میں نے ہی انہیں ترغیب دی تھی۔"

"آپ نے اس جنازے کو کہاں دیکھا تھا۔"

"چرچ روڈ کے کراسنگ پر۔"

"آپ کو اچھی طرح یاد ہے۔"

"جی ہاں...... میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔"

"اُس وقت کتنے آدمی تھے۔"

"صرف پانچ۔"

"کسی ایک کا حلیہ بتا سکیں گے۔"

"کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں گڑھے میں گرنے جارہا ہوں۔"

"کیا مطلب......!"

"اُس صورت میں انہیں بغور دیکھ کر اُن کی شکلیں ذہن نشین کرنے کی کوشش کرتا۔"

"اس بھیڑ میں کسی کے متعلق بھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بھی اُن پانچوں میں سے ہو سکتا ہے۔"

"نہیں جناب۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو بہت پہلے اُس کے گریبان پر ہاتھ ڈال چکا ہوتا۔"

"ایک بار پھر کوشش کیجئے۔" فریدی نے کہا اور اس بھیڑ کی طرف پلٹ آیا۔

پھر وہ سب ایک ایک کر کے لاک اپ کے سلاخوں دار دروازے کے قریب سے گذرتے رہے لیکن یہ شناختی پریڈ بھی ناکام رہی۔ وہ کسی کے بارے میں بھی یقین کے ساتھ کچھ نہ کہہ سکا۔

حوالات میں پہنچ جانے کے بعد وہ نیک دل آدمی بے حد نروس نظر آنے لگا تھا۔

"میں کب تک یہاں رہوں گا۔" اُس نے فریدی سے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ آپ کو خواہ مخواہ ان حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن ضابطے کی کاروائی بہر حال ضروری ہوتی ہے۔"

"یعنی اب مجھے کوئی ضامن بھی تلاش کرنا پڑے گا۔"

"مجبوری ہے...... وہ سبھی آپ ہی کی طرف اشارہ کررہے ہیں اور آپ کو بھی اعتراف ہے اس لئے قانون اُسی کی پابندی کرے گا جو ایسے حالات میں ضروری ہے۔"

"تو پھر براہِ کرم میرے گھر والوں کو اطلاع بھجوا دیجئے، تاکہ وہ ضمانت کا انتظام کر سکیں۔"

"بہتر ہے...... میں ابھی محرر کو بھیجتا ہوں۔" فریدی نے کہا اور پھر وہ دونوں انچارج کے آفس میں واپس آ گئے۔

"میری دانست میں تو لاش کی شناخت ناممکن ہے۔" حمید بولا۔

"اور اب سارے شہر میں پوچھتے پھریئے، اس جنازے کے متعلق جسے صرف پانچ آدمی لے جا رہے تھے۔" انچارج بولا۔

"میرا خیال اس سے مختلف ہے۔" فریدی مسکرایا۔

انچارج استفہامیہ انداز میں اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم سیدھے وہیں پہنچیں گے جہاں سے جنازہ اٹھا تھا۔" اس نے کہا اور نئے سگار کا گوشہ توڑنے لگا۔

"ہو سکتا ہے جناب، خدا کا شکر ہے کہ آپ تشریف لے آئے ورنہ میرے تو فرشتے بھی کچھ نہ کر سکتے اس سلسلے میں۔"

"اب اُس ملزم کے گھر والوں کو اطلاع بھجوانے کی کوشش کیجئے۔" فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اس کی ضمانت بھی آج ہی ہونی چاہئے۔"

کچھ دیر بعد حمید لنکن میں بیٹھتا ہوا زہریلے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "اب ہم سیدھے وہیں پہنچیں گے جہاں سے جنازہ اٹھا تھا کیونکہ اب وہاں خیرات بٹ رہی ہو گی۔"

"تم شاید اسے مذاق سمجھے ہو۔" فریدی نے سوئچ آن کرتے ہوئے کہا۔

"صاحب مجھے اس سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہے کہ وہ مذاق تھا یا حقیقت تھی...... میں نے آج ہی چھٹی کے لئے درخواست دی ہے۔ یہاں کا موسم آج کل میری برداشت سے باہر ہو رہا ہے۔"

"کہاں جاؤ گے؟" فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

گاڑی چل پڑی تھی۔

"کسی بھی ہل اسٹیشن کا رخ کروں گا۔"

"تنہا......!"

اس پر حمید نے ایک آزاد نظم شروع کر دی۔

تنہائی آغاز ہے میرا تنہائی انجام
تنہائی سے بچ کر میں جاؤں گا کہاں
جگ بیتے دو تنہا جانوں کی تنہائی ٹوٹی تھی
اُن کی یکجائی نے میری تنہائی کو جنم دیا
تنہائی آغاز ہے میرا تنہائی انجام
جن کی تنہائی ٹوٹی تھی، اُن کو سات سلام

"بیچارے والدین۔" فریدی نے ٹھنڈی سانس لی۔ لیکن تیسرے مصرے میں "تھی" زائد ہے، چوتھے مصرعے میں "دیا" زائد ہے، دوسرا مصرعہ بھی ناقص ہے۔"

"آزاد نظم ہے۔" حمید نے جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"مادر پدر آزاد ہو گی...... ورنہ آزاد نظم کے لئے بھی کچھ پابندیاں ہیں۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں ہر قسم کی پابندی پر۔"

"پھر غالباًرات کا کھانا نہیں کھاؤ گے؟"

"کیوں......؟"

"پابندی ہی ٹھہری معدے کی۔"

"میں چھٹی چاہتا ہوں چھٹی...... سمجھے آپ۔"

"اوہ ہم چرچ روڈ کے کراسنگ پر پہنچ گئے ہیں۔" فریدی نے کہا اور چوراہے سے کسی قدر آگے بڑھ کر گاڑی روک دی۔

پھر وہ نیچے بھی اتر گیا لیکن حمید وہیں بیٹھا رہا...... سینچر کی شام اور اس طرح غارت ہو جائے؟ وہ سوچتا اور پیچ و تاب کھاتا رہا۔

قطعی نہیں دیکھنا چاہتا تھا کہ فریدی گاڑی سے کیوں اترا تھا اور اب کیا کر رہا ہے، لہٰذا وہ دوسری سمت دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی واپس آگیا اور گاڑی پھر چل پڑی اور پھر جی۔ سی۔ ایچ سوسائٹی کی

ایک عمارت کے سامنے رک گئی۔

فریدی نے حمید سے بھی اترنے کو کہا...... وہ بے دلی سے اترا تو ضرور لیکن عمارت میں داخل ہونے کے سلسلے میں فریدی کا ساتھ دینے پر تیار نہیں تھا۔

"چلو......!" فریدی نے اُس کا بازو پکڑ کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

برآمدے میں پہنچ کر فریدی نے کال بل کا بٹن دبایا۔

شائد ایک منٹ بعد ایک بوڑھا آدمی باہر آیا تھا۔

"کیا مسٹر گومز تشریف رکھتے ہیں۔" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"میں ہی گومز ہوں...... فرمایئے۔"

"میں گوانیز کرسچین ہاؤزنگ سوسائٹی کے دفتر سے معلوم کر کے آیا ہوں کہ آپ اپنی عمارت کا ایک حصہ کرایہ پر دینا چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں......!"

"مجھے ایک رہائشی مکان کی ضرورت ہے...... کتنے کمرے ہیں اس حصے میں۔"

"آپ کی تعریف......؟"

"مجھے احمد کمال کہتے ہیں۔"

"اوہ...... دیکھئے مسٹر کمال...... مجھے افسوس ہے، ارادہ تو تھا کرائے پر اٹھانے کا ...... لیکن آج ہی مجھے اطلاع ملی ہے کہ میرا بھتیجا یو کے سے واپس آرہا ہے، اس کے لئے بھی رہائش کا مسئلہ درپیش ہوگا، اس لئے اب میں معذور ہوں۔"

حمید نے فریدی کے چہرے پر گہری مایوسی کے آثار دیکھے۔

دوسری طرف بوڑھے کے چہرے سے صاف ظاہر ہورہا تھا جیسے وہ اپنا غصہ دبانے کی کوشش کر رہا ہو۔

حمید کو اس پر حیرت ہوئی۔ اُس کی دانست میں فریدی نے ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی جس کی بناء پر بوڑھے کو کسی ناخوشگوار ذہنی کیفیت سے دوچار ہونا پڑتا۔

آخر بوڑھے نے کھرکھراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کیا آپ نے سوسائٹی کے کسی کارکن

کو اپنا یہی نام بتایا تھا۔"

"جی نہیں......!" فریدی نے سادگی سے جواب دیا۔

"پھر......؟" بوڑھے کا لہجہ تیکھا تھا۔

"نہ اس نے نام پوچھا تھا اور نہ میں نے بتایا تھا...... ویسے کیا ابھی تک آپ لوگوں نے اپنا پرانا اصول تبدیل نہیں کیا۔"

"جی نہیں......" بوڑھے نے غصیلے لہجے میں کہا اور واپسی کے لئے مڑ ہی رہا تھا کہ فریدی بولا۔ "ذرا سنئے...... ایک منٹ۔"

"فرمائیے......!" وہ جھلا کر بولا۔

"اگر میں اپنا نام ولیم جوزف بتاتا تو......؟"

"بس ختم کیجئے...... ہاں...... ہم نہیں چاہتے کہ کوئی غیر کرسچین ہماری سوسائٹی میں آباد ہو۔" وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"ایسا نہ کہئے...... ابھی حال ہی میں میرے ایک غیر عیسائی دوست نے یہاں ایک عمارت کرائے پر حاصل کی ہے۔"

"جی ہاں...... میں جانتا ہوں، لیکن اس نے فراڈ کیا تھا۔ خود کو عیسائی ظاہر کر کے مکان کرائے پر حاصل کیا تھا...... اب اگر اس نے فوراً ہی مکان خالی نہ کیا تو سوسائٹی اس کے خلاف فریب دہی کا مقدمہ قائم کر دے گی۔"

"اوہ...... تو کیا اس کے فراڈ کا علم ہو گیا ہے لوگوں کو......!"

"اگر اس کے خاندان میں آج کسی کی موت نہ ہو جاتی تو شائد ہم اُسے عیسائی ہی سمجھتے رہتے۔ جنازہ تو بہر حال لے جانا ہی پڑا۔"

"آج موت ہوئی ہے کسی کی۔" فریدی نے گھبراہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"جی ہاں۔" بوڑھے کا لہجہ اب بھی درست نہیں ہوا تھا۔

"اوہ...... تب تو مجھے وہاں جانا چاہئے لیکن مکان کا نمبر یاد نہیں رہا۔ کیا اس سلسلے میں آپ میری راہنمائی کر سکیں گے۔ لیکن اگر اُس نے غلط نام بتا کر مکان حاصل کیا تھا تو یہ بڑی

گھٹیا بات تھی۔"

"بائیں جانب جو پہلی سڑک گھومتی ہے اسی پر جیمز ولا......!" بوڑھے نے کہا اور اس بار اندر ہی چلا گیا۔

فریدی بھی واپسی کے لئے مڑ گیا۔

"یہ آپ کیا کرتے پھر رہے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"دیکھا کتنی آسانی سے اس عمارت کا پتہ چل گیا جہاں سے جنازہ اٹھایا گیا تھا۔"

"آخر کیسے۔"

"ابھی بتاؤں گا......!" فریدی گاڑی میں بیٹھتا ہوا بولا۔

گاڑی کچھ دور چل کر بائیں جانب مڑی اور پھر ٹھیک جیمز ولا کے سامنے رک گئی۔

چھوٹی سی عمارت تھی۔ سامنے پختہ برآمدہ تھا اور پھر رہائشی کمروں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ پائیں باغ نہیں تھا۔ برآمدے کے نیچے حالانکہ کچی زمین تھی لیکن پھر بھی یہاں کیاریاں نہیں بنائی گئی تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے مکینوں کو اس سے دلچسپی نہ رہی ہو۔

فریدی نے گاڑی برآمدے کے قریب ہی روکی تھی اور متواتر ہارن بجائے جا رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں برآمدے میں چل کر گھنٹی بجائیے۔" حمید نے کہا۔

"فضول ہے...... اندر کوئی نہ ہو گا۔" فریدی نے جواب دیا اور ہارن بجاتا رہا۔

تھوڑے ہی فاصلے کی ایک عمارت سے ایک آدمی برآمد ہوا اور تیز قدموں سے چلتا ہوا اُن کے قریب آکر رک گیا۔

"کس کی تلاش ہے۔" اس نے پوچھا اور حمید نے اس کے لہجے میں بھی ناخوشگواری محسوس کی۔

فریدی نے زبان سے کچھ کہنے کی بجائے جیمز ولا کی طرف ہاتھ اٹھا دیا۔

"صبح جنازہ گیا تھا۔" اس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ابھی تک کوئی واپس نہیں آیا۔"

"میں سخت الجھن میں ہوں۔" فریدی نے پر تشویش لہجے میں کہا۔ "آخر کس طرح لے گئے ہوں گے تدفین والی گاڑی آئی ہو گی۔"

"نہیں کاندھوں ہی پر لے گئے تھے؟" جواب ملا تھا۔

"اوہ تو کچھ اعزہ کو خبر ہو گئی ہو گی...... کتنے آدمی تھے؟"

"پانچ آدمی تھے۔"

"مالک مکان سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔" فریدی نے پوچھا۔

"کیوں؟" تیکھے لہجے میں کہا گیا۔

"میرا خیال ہے اب وہ لوگ واپس نہ آئیں گے...... کیوں کہ یہاں سب ہی جان گئے ہوں گے کہ وہ کرسچین نہیں تھے؟"

"آپ کون ہیں......؟"

"میں نے آپ سے مالک مکان کے متعلق پوچھا تھا......؟"

"میں ہی ہوں مالک مکان۔" اس کا لہجہ بے حد غصیلا تھا۔

فریدی نے اپنا کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے کارڈ لے کر بڑی لاپروائی سے اس پر نظر ڈالی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں حمید نے اس کے چہرے پر حیرت کے آثار دیکھے۔

"سی۔ آئی۔ بی۔" اس نے پھنسی پھنسی سی آواز میں کہا۔

"جی ہاں...... میں آپ کی موجودگی میں اپنے طور پر مکان کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔"

"وارنٹ...... میرا مطلب ہے سرچ وارنٹ ہے آپ کے پاس۔"

"اس کی فکر نہ کیجئے۔"

"کیا کوئی گڑبڑ ہے۔"

"آیئے۔" فریدی گاڑی سے اتر کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

وہ برآمدے میں آئے اور مالک مکان ان کی طرف مڑ کر بولا۔ "لیکن یہ تو مقفل ہے۔"

"یہاں کتنے لوگ رہتے تھے؟" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"وہ...... غالباً میاں بیوی تھے۔"

"عورت غیر ملکی تھی۔"

"یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ ساری یا فراک اور شلوار پہنتی تھی۔"

"رنگت......!"

"رنگت یقیناً سرخ و سفید تھی...... بال بھی اخروٹ کے رنگ کے تھے لیکن وہ اہل زبان کی طرح اردو بولتی تھی۔ لب و لہجے میں اجنبیت نہیں تھی۔"

فریدی مزید کچھ پوچھنے والا تھا کہ پشت سے آواز آئی۔ "کیا وہ لوگ واپس آگئے؟"

آواز میں اتنی سیکس اپیل تھی کہ حمید بے اختیارانہ انداز میں مڑا تھا۔ سوال کرنے والی پہلی ہی نظر میں دل لوٹنے والی ثابت ہوئی۔

کھلتی ہوئی گندمی رنگت تھی، اور بوجھل پلکوں والی' بڑی بڑی آنکھیں' چہرہ بھرا بھرا سا تھا۔ اوپری ہونٹ پر سبزی مائل ہلکی سی روئیدگی تھی اور ہونٹ تو ایسے لگتے تھے جیسے اجنتا کے کسی نقاش نے تراشے ہوں۔

ساری اور آدھے پیٹ کی نمائش کرنے والے بلاؤز میں ملبوس تھی۔ اس کا اصل حسن تو اعضاء کا تناسب ہی تھا۔

عمر بیس اور پچیس کے درمیان رہی ہوگی۔

مالک مکان جو اُسے غصیلی نظروں سے دیکھ رہا تھا، ہاتھ جھٹک کر بولا۔ "اپنا کام کرو...... تمہیں کیوں فکر ہے۔"

لیکن لڑکی نے اُس کے لہجے کی پروا کئے بغیر پوچھا۔ "یہ لوگ کون ہیں! کیا اُن کے عزیز ہیں۔"

"جاؤ یہاں سے۔" مالک مکان غرایا۔

"ایسا بھی کیا۔" حمید جلدی سے بولا۔ "نہیں محترمہ ہم اُن کے عزیز نہیں ہیں۔"

"تو پھر اُن کے ہم مذہب ہوں گے۔ کرسچین تو ہرگز نہیں ہو سکتے۔" لڑکی نے کہا۔

فریدی پھر دروازے کی طرف مڑ کر قفل کا جائزہ لینے لگا تھا۔ شاید اس نے اُن کی گفتگو میں دخل انداز ہونا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"کیا ہماری پیشانیوں پر تحریر ہے کہ ہم کرسچین نہیں ہیں۔" حمید نے مسکرا کر پوچھا۔

"یہ بات نہیں...... یہاں کسی نے بھی اُن بیچاروں کی پرواہ نہیں کی کیونکہ وہ کرسچین نہیں تھے۔ میں نے اُس سے کہا تھا کہ اپنی کسی انجمن کو فون کر کے جنازہ والی گاڑی منگوالے

لیکن اُس نے کہا کہ گوانیز کرسچین ہاؤسنگ سوسائٹی کا پتہ سن کر کوئی یقین نہ کرے گا۔ وہ سمجھیں گے کہ کوئی بدمعاش آدمی اُن کا وقت برباد کرانا چاہتا ہے۔ میں نے بھی سوچا ٹھیک ہی کہتا ہے بیچارا۔ کون یقین کرے گا کہ اس ہاؤسنگ سوسائٹی میں کسی غیر کرسچین کا بھی گذر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عیسائیوں کے علاوہ اور کسی کو بھی خدا نے نہیں پیدا کیا۔ وہ اپنی بدبختی کی بناء پر خود بخود پیدا ہو گئے ہیں۔"

"دیکھو...... حد ہوتی ہے۔" مالک مکان پہلے سے بھی زیادہ بھپر کر بولا۔ "میں تمہارے باپ سے شکایت کروں گا...... سمجھیں۔"

"وہ بھی کرسچین ہیں۔ تمہارا ہی ساتھ دیں گے۔"

"چلی جاؤ یہاں سے۔"

دفعتاً فریدی ان کی طرف مڑ کر مالک مکان سے بولا۔ "میں یہی پسند کروں گا کہ آپ کچھ دیر تک بالکل خاموش رہیں۔"

مالک مکان نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ فریدی پھر قفل کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"تو آپ کو اُن لوگوں سے ہمدردی تھی؟" حمید نے پوچھا۔

"بڑی پیاری لڑکی تھی، میں اس کے لئے مغموم ہوں۔ پتہ نہیں اچانک کیسے مر گئی۔ پچھلی شام تک میں نے اُسے برآمدے میں چہل قدمی کرتے دیکھا تھا۔ بالکل اچھی تھی۔ حتیٰ کہ چہرے سے تھکن بھی نہیں ظاہر ہوتی تھی۔ مجھے دیکھ کر سر ہلایا تھا اور بڑے دلکش انداز میں مسکرائی تھی۔"

"اور...... اور...... شوہر......!" حمید نے پوچھا۔

"اُس سے بہت کم ملنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ ٹریولنگ ایجنٹ تھا کسی تجارتی کمپنی کا۔ لڑکی زیادہ تر تنہا رہتی تھی۔"

"بالکل تنہا......؟"

"نہیں ایک بوڑھا ملازم بھی تھا۔"

"کیا وہ بھی جنازے میں شریک تھا۔"

"جی ہاں...... وہی پانچوں تو لے گئے تھے۔"

"بقیہ تین کہاں سے آئے تھے۔"

"پتہ نہیں...... میں نے انہیں پہلی بار دیکھا تھا۔ اُوہ آپ تو اس طرح پوچھ رہے ہیں جیسے اُن کے شناسا بھی نہ ہوں...... پھر...... یہاں...... کیوں؟"

"اوہ...... دراصل...... ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ خود کو عیسائی ظاہر کر کے یہاں کیوں آ بسے تھے۔"

"اس لئے کہ ہر آدمی کو حق حاصل ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی زمین پر جہاں چاہے رہے۔" اس کی آواز جوش کی شدت سے کانپ رہی تھی۔ "اس عمارت کا چونا گارا اینٹس وغیرہ کوئی کرسچین اپنی ماں کے پیٹ سے ساتھ نہیں لایا تھا۔"

"دیکھو......!" مالک مکان نے پھر کچھ کہنا چاہا۔

"پلیز......!" فریدی نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید کچھ کہنے سے باز رکھا۔

لڑکی کہتی رہی۔ "وہ یہاں رہنا چاہتے تھے۔ انہیں یہ بستی پسند تھی، لہٰذا انہیں یہاں قیام کرنے کے سلسلے میں تھوڑا سا فراڈ بھی کرنا پڑا۔ میں پوچھتی ہوں آخر ان کے یہاں قیام کرنے سے عیسائیت یا عیسائیوں کو کیا نقصان پہنچا۔ کوئی بتائے مجھے۔ یا کب وہ عیسائیوں سے الگ معلوم ہوئے تھے۔ اگر گھر میں ایک موت نہ ہو جاتی تو قیامت تک کسی کو اُن کی اصلیت کا پتہ نہ چل سکتا...... یا خدا اب تو عیسائیوں کے دم لگا کر پیدا کیا کرتا کہ وہ آسانی سے پہچانے جا سکیں۔"

"خاموش رہو۔" مالک مکان مٹھیاں بھینچ کر چیخا۔

"آپ ذرا میرے ساتھ آیئے۔" فریدی اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر برآمدے کے زینوں کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

حمید اور وہ لڑکی انہیں کار کی طرف جاتے دیکھتے رہے۔

"تمہاری گاڑی بڑی شاندار ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"ایئر کنڈیشنڈ لنکن......!" حمید کے لہجے میں لاپروائی تھی۔

"تم لوگ کون ہو؟"

"ہمیں سوسائٹی کے دفتر سے اس کام پر معین کیا گیا ہے۔"

"کس کام پر۔"

"یہ معلوم کریں کہ وہ فراڈ کر کے یہاں کیوں آ بسے تھے۔"

"صورت سے ذہین آدمی معلوم ہوتے ہو اور کرسچین بھی نہیں معلوم ہوتے۔"

"ہاں تو...... مرنے والی کا شوہر...... کیا اُس کے متعلق کچھ نہ بتاؤ گی۔ صورت شکل سے مراد ہے میری۔"

"خوبصورت تھا۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "اپنی بیوی کی طرح تو نہیں لیکن بہر حال وجیہہ تھا۔ پچیس اور تیس کے درمیان سمجھ لو۔"

"کوئی خاص پہچان......!"

"نہیں کوئی ایسی نمایاں خصوصیت تو نہیں تھی...... متوسط قد تھا...... جسامت معمولی تھی۔ البتہ خوش لباس اور جامہ زیب تھا۔ اس خصوصیت کی بناء پر لڑکیاں ضرور اُس کی طرف متوجہ ہو سکتی تھیں۔"

"اور ملازم......!"

"بوڑھا اور صورت حرام تھا۔ خاموشی سے بھی دیکھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا جیسے کاٹنے دوڑے گا۔"

"اس کی کوئی نمایاں خصوصیت۔"

"یہی سب سے بڑی نمایاں خصوصیت تھی شکل دیکھ کر کٹکھنے کتے کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا۔"

"تو وہ لڑکی پسند تھی آپ کو......؟"

"بہت...... مجھے بہت اچھی لگتی تھی...... لیکن اُس سے مل بیٹھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ بس ہم شناساؤں کی طرح ایک دوسرے کو دیکھ کر سر ہلاتے تھے۔ مجھے اس کی

مسکراہٹ بہت اچھی لگتی تھی۔"

"اکثر ملنے جلنے والے بھی آتے ہوں گے۔"

"میں نے ایک کے علاوہ اور کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ اکثر رات کو آتا تھا اور وہ اُس کی لمبی سی گاڑی میں بیٹھ کر کہیں جاتی تھی۔"

"اُس ملنے والے کا حلیہ۔"

"حلیہ کیا بیان کروں...... میرا خیال ہے کہ میں اسے پہچانتی ہوں۔"

"یعنی...... کون تھا۔"

"وزارت خارجہ کا کوئی بڑا آفیسر......!"

"کیا......؟"

"میرا خیال ہے میں نے کہیں اُس کی تصویر بھی دیکھی تھی۔ عہدہ یاد نہیں رہا۔ اُس کی گاڑی کی نمبر پلیٹ پر منسٹری آف فارن افیئرس بھی تحریر تھا۔"

"اوہ تو آپ اس کی ٹوہ میں بھی رہتی تھیں؟"

"اُسے دیکھ کر ایک خواہش پیدا ہوتی تھی دل میں۔"

"کیسی خواہش......!"

"یہی کہ...... کاش خدا نے مجھے مرد بنایا ہوتا۔"

"اسی لئے آپ اس کی ٹوہ میں رہتی تھیں۔"

دفعتاً سڑک کی طرف سے ایک غراتی ہوئی سی آواز آئی۔ "جولی۔"

اور وہ بوکھلا کر مڑی۔ حمید بھی دیکھنے کے لئے مڑا تھا۔

ایک قد آور اور گھنی مونچھوں والا آدمی لڑکی کو گھور رہا تھا

"اوہ...... ڈیڈی......!" وہ مردہ سی آواز میں بولی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔"

"کک...... کچھ نہیں...... بس یونہی......!" وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

حمید نے دونوں کو وہاں سے جاتے دیکھا۔ پھر وہ قریب ہی کی ایک عمارت میں

داخل ہوگئے۔

ایک ٹھنڈی سانس حمید کے گھٹے ہوئے سینے سے آزاد ہوئی۔ لڑکی کے چلنے کا انداز بھی بڑا دلکش تھا۔

اور وہ تصویر

مالک مکان اور فریدی پھر برآمدے کی طرف واپس آرہے تھے۔ دروازے کے قریب رکتے ہوئے فریدی نے مالک مکان سے کہا۔ ”آپ ہر پوچھنے والے سے یہی کہیں گے کہ ہم سوسائٹی کے دفتر کی ہدایات پر عمل کر رہے ہیں۔“

”بہت بہتر جناب۔“ مالک مکان نے سہمے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

فریدی نے رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے حمید سے کہا۔ ”تم یہیں ٹھہرو...... میں ابھی آیا۔“

حمید سر کو جنبش دے کر مالک مکان کی طرف متوجہ ہوگیا۔

وہ الجھن میں تھا۔ آخر اتنی جلدی وہ ٹھیک اسی جگہ کیسے آپہنچے جہاں پر واردات ہوئی تھی۔ ویسے وہ اس لڑکی کو دیکھ لینے کے بعد کسی قسم کی الجھن میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ اُس کی سریلی آواز کی بازگشت اب بھی کانوں میں گونج رہی تھی۔

وہ چند لمحے پر تفکر انداز میں مالک مکان کے چہرے پر نظر جمائے رہا پھر بولا۔ ”یہ لڑکی کون تھی؟“

”جولی وکٹر......!“ مالک مکان نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

”کہاں رہتی ہے؟“

”سامنے......!“ اُس نے سڑک کی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اور وہ آدمی جس نے اُسے آواز دی تھی؟"

"جیری وکٹر......اس کا باپ......؟"

"کیا کرتا ہے۔"

"انجینئر ہے۔"

"سرکاری یا پرائیویٹ......!"

"پرائیویٹ......ذاتی ورکشاپ رکھتا ہے۔"

"کیا مرنے والی سے لڑکی کی دوستی تھی۔"

"پتہ نہیں؟" مالک مکان نے اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا وہ کہہ رہی تھی۔"

حمید نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میرا اندازہ ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔" مالک مکان کے لہجے میں بیزاری تھی۔ "میں بہت مصروف آدمی ہوں کم ہی خبر ہوتی ہے کہ گردو پیش کیا ہو رہا ہے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ اس مخبوط الحواس لڑکی نے آپ سے بہت سی باتیں کی ہیں۔"

"مخبوط الحواس کیوں؟"

"وہ مذہب کا مضحکہ اڑاتی ہے...... کہتی ہے کہ کرائسٹ بھی آدمی ہی تھا...... جو سچائی کو زندہ رکھنے کے لئے سولی پر چڑھ گیا۔"

"وہ خود کیا کرتی ہے؟"

"باتیں بنانے کے علاوہ اور کبھی کچھ کرتی نہیں دکھائی دی۔" مالک مکان نے تلخ لہجے میں کہا۔

"آپ اُس سے بہت ناراض معلوم ہوتے ہیں۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"اُس سے یہاں کوئی بھی خوش نہیں ہے۔ وہ جو بوڑھوں کا مضحکہ اڑائے اسے کیا کہیں گے۔"

"اُوہ......!"

"ابھی کل ہی کی بات ہے...... مسٹر برکت مسیح جو بہت بوڑھے ہیں ادھر سے گذر رہے تھے ان کا راستہ روک کر کہنے لگی۔ آخر اب کس امید پر جی رہے ہو۔ وہ بیچارے پریشان ہوگئے...... لیکن انہوں نے ہنس کر بات اڑانی چاہی بس سر ہی تو ہوگئی کہنے لگی...... اب جلدی سے مر جاؤ...... کسی توانا جسم کے حصے کی روٹیاں کیوں ضائع کر رہے ہو۔"

"جینئس معلوم ہوتی ہے......" حمید پر تحسین لہجے میں بولا۔

"پاگل ہے۔" مالک مکان نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔ مزید کچھ کہنے والا تھا کہ فریدی کی کار آکر رکی اور وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔

کار سے اتر کر وہ سیدھا برآمدے ہی میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے اُن میں سے ایک اس نے مالک مکان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے پڑھ کر دستخط کر دیجئے۔"

"یہ کیا ہے؟" اس نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"سی آئی بی کے سربراہ سے آپ کی درخواست۔ آپ نے اس میں ہمارے محکمے کو اس فراڈ سے آگاہ کرتے ہوئے تشویش ظاہر کی ہے کہ وہ لوگ آپ کے مکان میں کوئی غیر قانونی حرکت کرتے رہے ہیں۔"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"میں فوری طور پر مکان کی تلاشی لے سکوں گا۔"

"لل...... لیکن......!"

"فکر نہ کیجئے...... اس کی ذمہ داری آپ پر نہ ہوگی۔ اسی لئے تو میں آپ سے ضابطے کی کاروائی کے لئے استدعا کر رہا ہوں۔"

مالک مکان نے کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد اس پر اپنے دستخط کر دیئے۔

اب فریدی مقفل دروازے کی طرف متوجہ ہوتا ہوا حمید سے بولا۔ "تم دوسرے پڑوسیوں سے پوچھ گچھ کر سکتے ہو۔"

"یعنی اب ہم ہاؤسنگ سوسائٹی کے دفتر کی طرف سے پوچھ گچھ نہیں کر رہے؟" حمید نے پوچھا۔

"نہیں......!" فریدی نے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"جناب عالی......!" دفعتاً مالک مکان گھگھیایا۔ "اب اسے دوسروں کے لئے سوسائٹی ہی کی جانب سے رہنے دیجئے۔"

"کیوں......؟"

"صبح سے لوگوں کے سوالات کے جواب دیتے دیتے تنگ آگیا ہوں، اگر انہیں یہ معلوم ہوگیا کہ محکمہ سراغ رسانی خود بخود اس طرف متوجہ ہوگیا ہے تو میں انہیں اس کی وجہ کیا بتاؤں گا۔"

فریدی فوراً ہی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے حمید سے کہا۔ "اچھی بات ہے اسے سوسائٹی ہی کی حد تک رکھو۔"

حمید سڑک کی طرف مڑا...... سامنے والی عمارت کی ایک کھڑکی میں جولی کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا اور وہ اُسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

دفعتاً اس نے ہاتھ اٹھا کر کچھ اس قسم کا اشارہ کیا جیسے اُسے عمارت کی پشت پر آنے کو کہہ رہی ہو۔ حمید سر کی جنبش سے اس تجویز پر صاد کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔"

وہ عمارتوں کے درمیانی راستے سے گذرتا ہوا ٹھیک اُسی عمارت کی پشت پر رکا۔

غالباً یہیں اس بستی کا اختتام ہوا تھا۔ عمارت سے تھوڑے ہی فاصلے پر زمین ڈھلوان ہوگئی تھی اور پھر کھیتوں کے سلسلے شروع ہوگئے تھے۔

لڑکی ایک دروازے سے نکلتی دکھائی دی...... اور اُس نے پھر ہاتھ اٹھا کر غالباً کھیتوں کی طرف اشارہ کیا۔

حمید نے اپنی گدی سہلائی اور آگے بڑھ کر ڈھلان میں اترتا چلا گیا...... یہ کوئی خشک نالہ تھا جس کی تہہ اتنی ہی نیچی تھی کہ وہاں تک پہنچ جانے کے بعد عمارتوں کی صرف چھتیں نظر آرہی تھیں۔

حمید وہیں رک گیا...... لڑکی تیزی سے نیچے اتر رہی تھی۔ پھر وہ اس کے قریب بھی پہنچ گئی لیکن خاموش کھڑی ہانپتی رہی۔ شاید دوڑتی ہوئی ڈھلان کے سرے تک آئی تھی۔

سانسوں کے ساتھ جسم کا اتار چڑھاؤ بڑا دلآویز معلوم ہو رہا تھا۔ وہ براہِ راست حمید کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی اور حمید احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔ آخر وہ خود ہی بولی۔

"دیکھو...... میری زبان سے ایک غلط بات نکل گئی تھی۔"

"کون سی بات......!" حمید نے پوچھا۔

"میں نے اُس آدمی کی تصویر کہیں نہیں دیکھی تھی...... میرا اندازہ ہے کہ وہ کوئی بہت بڑا آفیسر ہے۔"

"تو پھر نمبر پلیٹ والی بات بھی......!"

"نہیں...... نہیں...... وہ بالکل ٹھیک ہے۔ گاڑی کی نمبر پلیٹ پر منسٹری آف فارن افیئرز لکھا ہوا تھا۔"

"لیکن اندازے سے آپ اسے کوئی بڑا آفیسر کس بناء پر سمجھ سکتی ہیں۔"

"شاندار آدمی ہے...... بے حد وجیہہ......!"

"میرے ساتھی سے بھی زیادہ......!" حمید نے پوچھا۔

"اُوہ...... تمہارا ساتھی۔" لڑکی نے طویل سانس لی اور خاموش ہو گئی پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔ "نہیں اتنا شاندار نہیں تھا۔"

"بہت خوب......!" حمید مضحکانہ انداز میں ہنس پڑا۔

"کیوں......؟" اس نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"وہ میرا کلرک ہے...... اور میں ایڈووکیٹ ہوں۔"

"ہوں......!" وہ بُرا سا منہ بنا کر رہ گئی۔

"لہٰذا یہ قطعی غلط ہے کہ شاندار اور وجیہہ آدمی بڑے آفیسر ہو سکتے ہیں۔"

"لیکن تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو۔"

"آپکی ہاؤسنگ سوسائٹی کے سیکریٹری نے ہمیں اس معاملے کی تفتیش پر مامور کیا ہے۔"

"تب تو میں ہرگز تم سے اس لڑکی کے متعلق گفتگو نہیں کروں گی۔"

"کیوں......؟"

"میری مرضی۔"

"پھر کیوں دوڑی آئی تھیں۔"

"محض اسی سے متعلق گفتگو کرنے کیلئے۔ مجھے اس کی موت سے گہرا صدمہ پہنچا ہے۔"

"مجھے حیرت ہے کہ اُس سے ملنا جلنا بھی نہیں تھا اور گہرا صدمہ بھی پہنچا ہے۔"

"وکیلوں کی سمجھ میں نہیں آتیں ایسی باتیں۔"

"میں شاعر بھی ہوں۔"

"غزل وزل کہہ لیتے ہو گے۔" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"مجھے افسوس ہے کہ اس وقت بحث کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں ورنہ آپ سے الجھ پڑتا۔"

"اردو ادب پر گہری نظر ہے میری۔"

"آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا تھا۔" حمید نے جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"تمہارے ساتھی کے بارے میں کچھ پوچھنے کے لئے۔"

"ہائیں...... میرے ساتھی سے تمہیں کیا سروکار......!"

"کیا وہ مرنے والی کا کوئی عزیز ہے۔"

"کیوں......؟"

"اس لڑکی کی آنکھیں بھی ایسی ہی خوابناک تھیں...... اور مجھے دراصل اس کی آنکھیں ہی بہت زیادہ اچھی لگتی تھیں۔"

حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور منہ چلانے لگا۔

"مگر وہ بہت مغرور معلوم ہوتا ہے۔" لڑکی کہتی رہی۔ "اس نے ایک بار بھی میری طرف نہیں دیکھا تھا۔ میں چاہتی تھی کہ کم از کم ایک بار تو نظریں ملتیں۔"

"ارے...... ارے...... تم یہ سب کیا کہہ رہی ہو۔"

"سچ مچ...... یہ میری خواہش تھی۔ محض یہ تجربہ کرنا چاہتی تھی کہ میرے جسم میں ویسی ہی لہریں دوڑتی ہیں یا نہیں جیسی اس سے نظر ملتے ہی دوڑ جاتی تھیں۔"

"اچھا بس اب کام کی باتیں کرو۔"

"کیا مطلب......!"

"مطلب یہ کہ تم نے مجھے یہاں کیوں بلایا تھا۔"

"اُس سے کسی طرح ایک بار نظر ملوادو۔" لڑکی گھگھیائی۔

"کیا تم میرا مذاق اڑا رہی ہو۔" حمید نے آنکھیں نکالیں۔

"نہیں...... ہرگز نہیں۔"

"بس ختم کرو۔" حمید کا لہجہ بے حد خشک تھا۔ "اگر کسی نے ہمیں یہاں اس نالے میں کھڑے دیکھ لیا تو۔"

"میں نہیں ڈرتی ان چیزوں سے۔" وہ ہنس کر بولی۔ "بلکہ اگر کوئی کسی قسم کے شبہے میں مبتلا ہو کر میرے بارے میں کوئی ایسی ویسی بات کہتا ہے تو ایک خاص قسم کی لذت محسوس کرتی ہوں۔"

"ارے تم تو لذتوں کی فیکٹری معلوم ہوتی ہو۔"

"اچھا جملہ ہے...... پسند آیا۔"

"یہ بڑی مونچھوں والا کون تھا جسے دیکھتے ہی دم دبا کر بھاگی تھیں؟"

مسٹر جیری وکٹر...... مائی فادر...... مسٹر وکٹر اور فادر کے قوافی کیسے رہے! کیوں؟"

"میرا وقت نہ برباد کرو......" حمید چڑھائی کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"ٹھہرو......!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "اگر میری مرضی کے خلاف ایک قدم بھی اٹھایا تو بڑی زحمت میں پڑ جاؤ گے وکیل صاحب۔"

"کیا مطلب......!"

"اگر تمہارا گریبان پکڑ کر چیخنا شروع کردوں تو کیسی رہے۔"

"مزہ آجائے۔" حمید آنکھیں بند کر کے بولا۔ "میں خود کو لذتوں کا پرنٹنگ پریس محسوس کرنے لگوں گا۔"

"اچھا جاؤ دفع ہو جاؤ...... میں تمہیں دیکھ لوں گی۔"

حمید سچ مچ یہی سوچ رہا تھا کہ اگر کسی نے انہیں یہاں اس نالے میں کھڑے دیکھ لیا تو

ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ کیونکہ ابھی تک اس نے کرسچین ہاؤسنگ سوسائٹی کے لوگوں کے متعلق بُری افواہیں نہیں سنی تھیں۔ عام طور پر خیال تھا کہ یہاں کے لوگ پڑھے لکھے مہذب اور اچھے کردار کے مالک ہیں۔

وہ چپ چاپ چڑھائی کی طرف بڑھتا چلا گیا...... مڑ کر دیکھنے کی بھی زحمت گوارہ نہیں کی۔

وہ سوچ رہا تھا کہ آخر پڑوسیوں سے کیا پوچھتا پھرے۔ ہو سکتا ہے فریدی کا اشارہ صرف اُسی لڑکی کی طرف رہا ہو۔

لیکن یہ لڑکی؟

کچھ دیر بعد وہ پھر اُسی عمارت کے سامنے نظر آیا جہاں فریدی کو چھوڑا تھا...... لیکن اس کی کار کہاں تھی؟ دروازہ بھی مقفل نظر آیا...... مالک مکان کا کہیں پتہ نہ تھا۔

کیا مصیبت ہے؟ جھنجھلاہٹ میں مبتلا ذہن سوچنے لگا۔ کوئی تک ہے اس زیادتی کی؟ اب واپسی کے لئے ٹیکسی تلاش کرتے پھریئے۔

دفعتاً مالک مکان پھر اسی عمارت کے پھاٹک پر نظر آیا جہاں پہلے دیکھا گیا تھا۔ حمید تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"اُوہ...... آپ ابھی یہیں ہیں جناب......!" اس نے حمید سے پوچھا۔

"جی ہاں...... کیا...... میرے لئے کوئی پیغام ہے؟"

"جی نہیں...... کیسا پیغام۔" مالک مکان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مطلب یہ کہ...... کرنل صاحب۔"

"جی نہیں...... انہوں نے مجھ سے آپ کے لئے کچھ نہیں کہا۔ مکان کے بارے میں گئے ہیں کہ اُسے محکمے کی اجازت حاصل کئے بغیر دوبارہ نہ تو کھولا جائے اور نہ وہاں کی کسی چیز کو ہاتھ لگایا جائے۔"

"کیا انہوں نے کہا تھا کہ آپ مجھ تک یہ اطلاع ضرور پہنچائیں؟"

"جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔"

حمید وہاں سے ہٹ کر پھر سڑک پر آگیا۔ سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ کیا آس پاس کے لوگوں سے پوچھ گچھ کرنا ضروری ہے؟

لیکن کیا پوچھ گچھ کی جائے؟ اوہ ٹھیک...... اُس کار کے بارے میں جس کا تذکرہ لڑکی نے کیا تھا؟ لیکن ضروری نہیں کہ وہ سچ ہی بول رہی ہو۔

حمید پھر مالک مکان کی طرف پلٹا۔

"ایک بات......!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کیا یہاں کبھی آپ نے کوئی ایسی کار بھی دیکھی ہے جس کے نمبر پلیٹ پر منسٹری آف فارن افیئرز لکھا رہا ہو۔"

"اکثر دکھائی دیتی تھی......" مالک مکان نے اکتائے ہوئے لہجے میں لاپروائی سے کہا۔

"کیا وہ کوئی بہت وجیہہ آدمی تھا۔"

"ارے بھٹی صاحب ہوتے تھے اُس پر......!"

"کون بھٹی......؟"

"ممکن ہے آپ نہ جانتے ہوں...... وہ تو بہت مشہور آدمی ہیں۔ بہت سوشل، لیکن میں نہیں جانتا کہ ان کا عہدہ کیا ہے۔"

"کار خود ڈرائیو کرتا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ خود ہی ڈرائیو کرتے تھے۔"

"لڑکی اس کے ساتھ باہر بھی جاتی تھی۔" حمید نے پوچھا۔

اُس نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "دیکھئے جناب میں دل کا مریض ہوں۔ آج بہت زیادہ ذہنی جھٹکے لگے ہیں۔ براہِ کرم یہ بتا دیجئے کہ آپ کا محکمہ اچانک اس طرف کیسے متوجہ ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ خود کو عیسائی ظاہر کر کے کوئی مکان کرا پر حاصل کر لینا ایسا بڑا جرم نہیں ہے جس کے لئے محکمہ سراغ رسانی کو حرکت میں آنا پڑے۔"

"آپ کو یہ سوال میرے چیف سے کرنا چاہئے تھا۔"

"آپ ہی کرم کیجئے میرے حال پر ورنہ مجھ پر دل کا دورہ بھی پڑ سکتا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے اپنی لاعلمی پر۔"

"آپ نہیں جانتے۔"

"قطعی نہیں۔ ہم جیسے لوگ تو صرف احکامات کے پابند ہوتے ہیں۔"

"اُوہ......!"

پھر وہ کچھ اور بھی کہنے والا تھا کہ حمید تیزی سے دوسری طرف مڑ گیا۔ چرچ روڈ تک پیدل ہی جانا تھا کیونکہ دور دور تک کوئی ٹیکسی نہیں دکھائی دیتی تھی۔

وہ سوچ رہا تھا کہ فارن آفس کے کسی ایسے بھٹی کا پتہ لگانا دشوار نہ ہوگا جو بہت سوشل ہو۔ فی الحال اتنی ہی معلومات کافی ہیں یہاں سر کھپانے سے کیا فائدہ۔

اچھی طرح اندھیرا پھیل گیا تھا اور سڑک کے کنارے لگے ہوئے الیکٹرک پولس کے قمقمے جگمگانے لگے تھے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا چرچ روڈ کی طرف جارہا تھا کہ اچانک بائیں جانب ایک اسکوٹر رکی اور ہلکے سے قہقہے کی آواز آئی۔ آواز جانی پہچانی تھی۔ اس لئے بے ساختہ مڑنا پڑا۔

جولی وکٹر مضحکانہ انداز میں ہنس رہی تھی۔ لیکن حمید کو اتنا ہوش کہاں تھا کہ کسی کے رویہ پر دھیان دیتا۔ وہ اس کے سانچے میں ڈھلے ہوئے جسم کو دیکھتا رہ گیا۔ سیاہ جین اور ہلکی زرد شرٹ میں گویا قیامت سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔

"آؤ...... کہاں جانا چاہتے ہو...... میں پہنچادوں۔" اُس نے بڑے بے تکلفی سے کہا۔

"تت...... تم پہنچادو گی۔"

"ہاں آؤ جلدی کرو"

"صبح کے اخبارات خوب فروخت ہوں گے۔"

"کیا مطلب......!"

"میں نے ابھی تک اس شہر میں ایسی کوئی بدعت نہیں دیکھی۔"

"جلدی سے صاف صاف کہو...... کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"تم پیچھے بیٹھو گی...... میں چلاؤں گا۔"

"کیوں......؟"

"لوگ کہیں گے کیسا نامعقول شوہر یا بوائے فرینڈ ہے کہ خود پیچھے بیٹھا ہوا ہے۔"

"اب تو تمہیں پیچھے ہی بیٹھنا پڑے گا۔"

"کوئی زبردستی ہے...... میں پیدل جاؤں گا۔"

"زحمت میں پڑو گے...... اگر میرا کہنا نہ مانا۔"

"کیا کرو گی تم......!"

"وہی پرانا حربہ...... شور مچانا شروع کردوں گی۔ لوگ اکٹھا ہو جائیں گے۔"

حمید تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "اچھی بات ہے...... لیکن......!"

لیکن جملہ "لیکن" سے آگے نہ بڑھ سکا۔

حمید کو اس مضحکہ خیزی پر ہنسی آرہی تھی۔ لوگ انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے اور اسکوٹر برق رفتاری سے اڑا جا رہا تھا۔

وہ قطعی خاموش تھا۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ لڑکی اسے کہاں لے جاتی ہے۔ لے کہاں جاتی...... یونہی بے مقصد شہر کی مختلف سڑکوں پر لئے پھر رہی تھی۔

کچھ دیر بعد حمید نے محسوس کیا کہ وہ سچ مچ تماشہ بن کر رہ گئے ہیں۔ کئی جگہ تو آوارہ قسم کے لوگوں نے آوازے بھی کسے تھے لیکن وہ اسی طرح ڈھیٹ بنا بیٹھا رہا۔

آخر ایک جگہ وہ اسکوٹر روک کر جھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔ "اے...... کیا پٹرول مفت ملتا ہے۔ مجھے تم بتاتے کیوں نہیں کہ کہاں جانا ہے۔"

"تارجام......!" حمید نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "پٹرول اور ڈلوائے لیتے ہیں۔"

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ میں تمہیں تارجام لے جاؤں گی۔"

"اچھا تو پھر میں تمہیں لے جاؤں گا۔"

"اترو نیچے۔"

"ہرگز نہیں...... یہاں تم شوق سے شور مچا سکتی ہو۔ بھیڑ تو پہلے ہی لگ گئی ہے۔"

حقیقتاً دس بارہ آدمی اُن سے تھوڑے ہی فاصلے پر رک کر انہیں گھورے جا رہے تھے۔

جولی ٹھنڈی پڑ گئی اور آہستہ سے بولی۔ ”آخر تم چاہتے کیا ہو۔“

”تار جام جانا چاہتا ہوں۔“

”مجھے دس بجے سے پہلے گھر پہنچنا ہے۔ ڈیڈی دس بجے کے بعد مجھے گھر سے باہر نہیں رہنے دیتے۔“

”اچھا چلو...... دس بجے ہی تک کے لئے۔“

جولی نے ٹھنڈی سانس لی اور اسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اپنی حماقت پر اب پشیمانی محسوس کر رہی ہو۔ پھر اس کی پیشانی پر چند شکنیں نمودار ہوئیں اور وہ مسکرا کر بولی۔ ”ایک تدبیر سمجھ میں آئی ہے۔ اس طرح ہم پوری رات گھر سے باہر گذار سکیں گے۔ تمہاری آواز میرے خالہ زاد بھائی گیسپر سے بہت مشابہ ہے۔ تم ڈیڈی سے فون پر کہہ دو کہ ممی نے جولی کو روک لیا ہے...... وہ صبح آئے گی۔“

حمید کی باچھیں کھل گئیں...... جلدی سے بولا۔ ”بتاؤ...... بتاؤ...... نمبر بتاؤ...... وہ سامنے ہی تو ہے ٹیلی فون بوتھ...... ابھی کال کر کے آیا۔“

”زیادہ بات نہ کرنا۔“

”میں سمجھتا ہوں...... نمبر بتاؤ۔“

”سیون فائیو ڈبل ون سیون سکس...... بھولنا نہیں...... تمہارا نام گیسپر ہے اور ممی نے جولی کو روک لیا ہے۔“

”سمجھ گیا۔“

حمید اسکوٹر سے اُتر کر ٹیلی فون بوتھ کی طرف جھپٹا۔ بوتھ اتفاق سے خالی ہی ملا۔ دروازہ بند کر کے فون میں سکہ ڈالا اور نمبر ڈائیل کرنے لگا۔

دوسری طرف سے دہاڑتی ہوئی سی آواز آئی۔ ”ہلو......!“

”مم...... میں گیسپر بول رہا ہوں۔“

”گیسپر......!“ دہاڑ کچھ اور وزنی ہو گئی۔ ”سور کے بچے! تم باز نہیں آؤ گے۔“

حمید نے بوکھلا کر نہ صرف سلسلہ منقطع کر دیا بلکہ جولی وکٹر کو ایک گندی سی گالی بھی دی۔ فوری طور پر خیال آیا تھا کہ وہ اسے بیوقوف بنا گئی اور حقیقت بھی یہی تھی۔ بوتھ سے باہر نکل کر دیکھا تو اسکوٹر کا کہیں پتہ نہ تھا۔

وہ دانت پیستا ہوا پھر بوتھ کی طرف مڑ گیا۔

وہی نمبر پھر ڈائیل کئے۔ دہاڑ پھر سنائی دی اور حمید نے کسی عورت کی سی آواز میں کہا۔

"میں جولی ہوں۔"

"تم کہاں ہو۔"

"گیسپر کے ساتھ۔"

"کیا......؟ تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔"

"ڈیڈی...... یہ ظلم ہے۔"

"ڈیڈی کی بچی...... اب میں تجھے ماروں گا۔"

حمید ماؤتھ پیس ہی میں کھانسنے لگا۔ مقصد یہ تھا کہ دوبارہ بولنے پر آواز کچھ بھرائی ہوئی سی ہو تاکہ دوسری طرف سے بولنے والا کسی قسم کے شبہے میں نہ مبتلا ہو سکے۔ لیکن دوسری طرف سے فوراً ہی آواز آئی۔ "تم کھانس رہی ہو...... تو اُس حرامزادے نے بالآخر تمہیں بھی چرس پینا سکھا ہی دیا۔ آج تمہاری خیریت نہیں، فوراً واپس آؤ۔"

"ڈیڈی......!"

"واپس آؤ......!"

"اچھا......" حمید نے مردہ سی آواز میں کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس بار بوتھ سے باہر نکلا تو ایسا خوش و خرم نظر آرہا تھا جیسے اچانک کسی خوشخبری نے دل کی کلی کھلا دی ہو۔

ٹیکسی میں بیٹھ کر گھر واپس آیا۔ فریدی لائبریری میں کسی چارٹ پر جھکا ہوا ملا۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ پوچھتا حمید نے خود ہی اپنی کارگزاریوں کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔ لیکن کہانی کا وہ حصہ صاف اڑا گیا جس میں جولی وکٹر اپنے سکوٹر سمیت داخل ہوئی تھی۔

"بھٹی......!" فریدی کچھ سوچتا ہوا زیر لب بڑبڑایا۔ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "میں ایسے ایک بھٹی کو جانتا ہوں جو بہت سوشل تھا...... ثقافتی تحریکوں میں حصہ لیتا رہتا تھا...... لیکن......!"

"لیکن کیا......؟" حمید نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" اُس نے کہا اور اُس میز کی طرف بڑھا جس پر فون رکھا ہوا تھا۔ کسی کے نمبر ڈائیل کر کے ماؤتھ پیس میں بولا۔ "منسٹری آف فارن افیئرز کے مسٹر بھٹی کی ایکس آر سی تصویر چاہئے۔ ہاں میں گھر سے بول رہا ہوں...... ہوں ٹھیک ہے...... بیس منٹ کافی ہوں گے۔"

سلسلہ منقطع کر کے وہ حمید کی طرف مڑا۔ آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

"اس مکان کی تلاشی کا کیا نتیجہ نکلا؟" حمید نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں...... انہوں نے کوئی نشان نہیں چھوڑا۔"

"لاش کے سر ہتھیلیوں اور پنجوں کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"وہ کسی سوٹ کیس میں بہ آسانی لے جائے جاسکے ہوں گے۔"

"اسی طرح لاش بھی ٹھکانے لگائی جاسکتی تھی۔ اس گھڑاگ کی کیا ضرورت تھی۔ اس طرح تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔"

"اس طرح لے جانے کے لئے لاش کے بھی ٹکڑے کرنے پڑتے۔"

"پھر بھی یہ حماقت...... میری سمجھ میں تو نہیں آرہی۔" حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔ لاش کو مکان ہی میں چھوڑ کر لاپتہ ہو سکتے تھے۔ آخر اس طرح شارع عام پر لاڈالنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟"

"فی الحال صرف یہی ایک الجھاؤ ہے۔" فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پر تفکر انداز میں کہا۔

"خیر ہوگا۔" حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ "آپ اتنی جلدی ٹھیک اُسی جگہ کیسے جا پہنچے تھے۔"

"سامنے کی بات تھی۔"

"یعنی......!"

"خود ہی ذہن پر زور دو۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"کیا ضرورت ہے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا اور پائپ سلگانے لگا۔

یہ جملہ ادا کرتے وقت جنازے کا خیال آیا۔ پھر مذہبی نقطہ نظر سے جنازے کو چالیس قدم پہنچانے کی تاکید یاد آئی اور پھر تو ذہن فراٹے بھرنے لگا۔

ذرا ہی سی دیر میں یہ بات سمجھ میں آگئی کہ فریدی اتنی جلدی ٹھیک اسی جگہ کیسے جا پہنچا تھا جہاں سے جنازہ اٹھایا گیا تھا۔

وہ یہ بھی جانتا تھا کہ جی۔ سی۔ ایچ سوسائٹی میں کوئی غیر عیسائی نہیں رہتا۔ اس کا بھی علم تھا کہ مکانات کرایہ پر حاصل کرنے کے لئے مالک کی بجائے سب سے پہلے سوسائٹی کے دفتر سے رابطہ قائم کرنا پڑتا ہے۔ وہاں سے کھل کر یہ جواب تو نہیں ملتا کہ کسی غیر عیسائی کو مکان کرایہ پر نہیں دیا جاسکتا بلکہ خواہشمند کے نام سے مذہب کا اندازہ کر کے اُسے کسی حیلے سے ٹال دیا جاتا ہے۔

فریدی نے اس نیک دل آدمی سے خاص طور پر پوچھا تھا کہ اس جنازے پر اس کی پہلی نظر کہاں پڑی تھی۔ مقام کے تعین پر بار بار زور دے رہا تھا۔ بہر حال یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ اس نے وہ جنازہ چرچ روڈ کے کراسنگ پر دیکھا تھا جائے واردات کا پتہ لگالینا حقیقتاً مشکل کام نہیں تھا۔ اس جگہ اسے جنازے کے ساتھ صرف پانچ آدمی نظر آئے تھے اس کا مطلب یہ تھا کہ جنازہ کسی قریبی ہی بستی سے روانہ ہوا ہوگا اور وہ بستی بھی ایسی ہی ہوسکتی تھی جہاں دوسرے مذاہب کے لوگ آباد رہے ہوں۔ ورنہ جنازے کے ساتھ صرف پانچ ہی آدمی نہ ہوتے۔ ایسے موقع پر ہر مسلمان کو جنازے کو چالیس قدم پہنچانے کا فرض یقینی طور پر یاد آتا ہے چاہے وہ کتنا ہی آزاد خیال کیوں نہ ہو۔ لہٰذا یہ بات طے پاگئی کہ وہ کسی ایسی بستی سے روانہ ہوا ہوگا جہاں مسلمان آباد نہ رہے ہوں۔ شہر میں جی۔ سی۔ ایچ سوسائٹی کے علاوہ اور ایسی کوئی بستی نہیں تھی۔ چرچ روڈ کے کراسنگ سے قریب بھی تھی...... جنازے کے ساتھ صرف

پانچ ہی آدمیوں کا ہونا یہ بھی ثابت کرتا تھا۔ کراسنگ تک پہنچنے کے لئے اُس نے کوئی لمبا فاصلہ نہیں طے کیا۔ ورنہ کتنے ہی مسلمان راہگیر اس کے ساتھ ہوتے۔

حمید نے طویل سانس لی اور فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیوں......؟ کیا سوچ رہے ہو۔" فریدی مسکرایا۔

"یہی کہ میں دیدہ و دانستہ اچھا کارگذار نہیں بننا چاہتا۔"

"کیونکہ کارگذاری کا تعلق اس سے ہے۔" فریدی نے کنپٹی پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"ہوگا......!" حمید نے لاپروائی سے شانے جھٹکائے۔ "کارگذار گدھوں پر ناکارہ گدھوں کا بوجھ بھی لاد دیا جاتا ہے۔"

"ہوں...... تو تم اس لئے بھن رہے ہو کہ میں اطلاع ملتے ہی خود کیوں دوڑ پڑا تھا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی...... فریدی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "ہیلو...... ہاں...... ہاں...... ٹھیک ہے...... میں چرچ روڈ کے کراسنگ پر منتظر رہوں گا۔"

ریسیور رکھ کر وہ حمید کی طرف مڑا۔

"شاید ہمیں پھر وہیں جانا پڑے۔" اس نے کہا۔

"ضرور تشریف لے جایئے۔" حمید کا لہجہ بے حد سعادت مندانہ تھا۔

"اوہ تو تم اس سے یہ بھی نہیں معلوم کرنا چاہتے کہ وہ تمہیں اس طرح کیوں چھوڑ بھاگی تھی۔"

"کیا مطلب......!" حمید کے لہجے میں تلخی بھی تھی اور حیرت بھی۔

"میں جولی وکٹر کی بات کر رہا تھا۔"

"لعنت ہے میری زندگی پر......!" حمید پیر پٹخ کر بولا۔

"غلط نہ سمجھو...... وہ محض ایک اتفاق تھا کہ کسی نے تمہیں دیکھ لیا، خاص طور پر کسی کو اس کے لئے ہدایت نہیں دی گئی تھی...... چلو......" فریدی اسے دروازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

اب وہ پھر چرچ روڈ کے کراسنگ کی طرف جا رہے تھے۔

ایک جگہ فریدی نے گاڑی روکی...... بائیں جانب والے فٹ پاتھ سے ایک آدمی گاڑی کی طرف آیا اور فریدی کو زرد رنگ کا ایک لفافہ دے کر آگے بڑھ گیا۔

گاڑی پھر چل پڑی۔

کچھ دیر بعد حمید کی دانست میں وہ پھر مالک مکان کو بور کر رہے تھے۔

فریدی نے جیب سے وہی زرد لفافہ نکالا جو اُسے راستے میں کسی نے دیا تھا...... اور لفافے سے ایک تصویر برآمد ہوئی۔

"ذرا دیکھئے......" فریدی نے اُسے مالک مکان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ نے اسی بھٹی کا تذکرہ کیا تھا......؟"

مالک مکان نے اُس پر اچٹتی سی نظر ڈال کر کہا۔ "جی ہاں...... جی ہاں۔"

"آپ نے اسے آخری بار یہاں کب دیکھا تھا۔"

"یہ تو کل رات بھی آئے تھے ان لوگوں کے پاس۔"

"عورت کا شوہر بھی موجود تھا......؟"

"جی ہاں...... کل وہ بھی کہیں باہر ہی سے آیا تھا۔"

"اچھا شکریہ......!" فریدی اس سے تصویر لے کر جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ "مزید تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔"

"خدارا بتا دیجئے کیا چکر ہے۔ میں دل کا مریض ہوں۔" مالک مکان نے گھگھیا کر کہا۔

"اوہ فکر نہ کیجئے۔ آپ کے لئے کوئی پریشان کن بات نہیں ہو سکتی۔" فریدی اس کا شانہ تھپک کر بولا۔

واپسی پر حمید نے جولی وکٹر کے مکان پر اچٹتی سی نظر ڈالی۔ کسی کھڑکی میں بھی روشنی نہ دکھائی دی۔

دوسری طرف فریدی کہہ رہا تھا۔ "اور یہ بھٹی پچھلے سال ایک حادثے کا شکار ہو کر مر چکا ہے۔"

"مرچکا ہوگا...... لیکن میری نیندیں حرام کرنے کے لئے اسے دوبارہ پیدا ہونا پڑا ہے۔" حمید نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

غیر معمولی کھوپڑی

فریدی کچھ نہ بولا۔ کار تیز رفتاری سے شہر کی سڑکوں پر دوڑتی رہی...... پھر حمید اونگھنے لگا۔

پھر کہیں گاڑی رکی تھی اور فریدی نے اُسے جھنجھوڑ کر ہوشیار کیا تھا۔

"میں جاگ رہا ہوں۔" وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔ ان دنوں نہ جانے کیوں اس کے ذہن پر جھلاہٹ طاری رہتی تھی۔ کبھی کبھی موڈ اچھا بھی ہوتا...... لیکن زیادہ تر ناخوشگوار اثرات ہی ذہن پر چھائے رہتے۔

"اترو......!" فریدی نے اُسے دوسری جانب کے دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

حمید اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔ ویسے وہ اپنے نیم غنودہ ذہن پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی سوچ رہا تھا کہ بسور بسور کر کام کرنے سے تھکن کا احساس بڑھ جاتا ہے پھر کیوں نہ ہنسی خوشی جہنم میں بھی چھلانگ لگادی جائے۔

لہٰذا اب اس نے گاڑی سے چھلانگ لگائی اور سامنے والی عمارت کے پھاٹک میں گھستا چلا گیا۔

"کہاں جا رہے ہو......!" فریدی غرایا۔

حمید بالکل کسی فلمی مسخرے کے سے انداز میں مڑا اور اس طرح پلکیں جھپکانے لگا جیسے کسی غیر ملکی زبان میں کہی ہوئی بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"واپس آؤ......!"

"بہت بہتر جناب۔" وہ گاڑی کا چکر کاٹ کر فریدی کے قریب پہنچتا ہوا بولا۔

"سدھرے ہوئے موڈ میں نظر آرہے ہو۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"قطعی......!"

"تب تو میں نے بدل دی اپنی اسکیم...... ادھر دیکھو...... سامنے اس کھڑکی میں...... وہ آدمی بیٹھا ہوا ہے۔"

حمید نے مڑ کر دیکھا...... کھڑکی سے کسی کا سر نظر آرہا تھا۔ چہرہ دوسری طرف تھا۔ وہ پھر فریدی کی طرف مڑا۔

فریدی بولا۔ "تم کھڑکی کے قریب جاکر اسے اپنی طرف متوجہ کرو گے اور اسے ایک گندی سی گالی دے کر تیزی سے گاڑی کی طرف پلٹ آؤ گے۔"

"جی......!" حمید کی آنکھیں بھی "جی" کی طوالت کے ساتھ ہی پھیلتی چلی گئیں۔

"جلدی کرو......!" فریدی اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔

"مم...... مطلب یہ کہ......!"

"چلو......!"

حمید ٹھنڈی سانس لے کر پھاٹک کی طرف چل پڑا...... سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فریدی کیا کرنا چاہتا ہے۔

وہ طوعاً و کرہاً کھڑکی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

قریب پہنچ کر چوکھٹ کے نچلے حصے پر ہاتھ رکھے اور پنجوں کے بل کچھ اور اوپر اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ کوئی ٹھنڈی سی چیز گدی سے آلگی۔ ساتھ یہ بھی محسوس ہوا جیسے فریدی کی گاڑی کا انجن اسٹارٹ ہوا ہو اور وہ آگے بھی بڑھ گئی ہو۔

ایک گندی سی گالی حمید نے خود اپنی ذات سے منسوب کرتے ہوئے چپ چاپ دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ کیونکہ گدی سے چپک جانے والی ٹھنڈی چیز کسی ریوالور کی نال ہی ہو سکتی تھی۔

"بائیں طرف مڑو......" کسی نے آہستہ سے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

مڑنا ہی پڑا...... لیکن وہ خوفزدہ نہیں تھا۔ ہوتا بھی کیسے...... فریدی کے اس رویہ پر غصہ جو آ گیا تھا اور یہ غصہ اتنا شدید تھا کہ اس پر مرگ ناگہاں کا خوف بھی غالب نہ آ سکا۔

پھر جھونک دیا...... اٹھا کر جہنم میں۔ واہ رے قربانی کے بکرے، وہ سوچتا اور نامعلوم آدمی کی ہدایات کے مطابق چلتا رہا۔

برآمدے سے گذر کر وہ ایک راہداری میں داخل ہوئے۔ زیادہ دور نہیں چلنا پڑا...... اب وہ اُسی کمرے میں داخل ہو رہے تھے جہاں کھڑکی کے قریب حمید نے کسی کا سر دیکھا تھا۔

وہ اب بھی کھڑکی کے قریب ہی ایک کرسی پر نظر آیا...... اور اب اُس کا چہرہ بھی دیکھا جا سکتا تھا۔

پچاس پچپن سال کا ایک صحت مند آدمی تھا۔ لیکن سر کی بناوٹ غیر معمولی تھی۔ اسی بناء پر حمید کو سوجھی بھی خوب...... آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس آدمی کو دیکھنے لگا۔

اُس نے بے حد پر سکون لہجے میں پوچھا۔ ”یہ کون ہے۔“

حمید کو یہاں تک لانے والے نے پشت سے جواب دیا۔ ”یہ ایک گاڑی سے اتر کر پھاٹک میں گھس پڑا تھا...... کسی نے اسے آواز دی تھی۔ یہ پھر پلٹ گیا تھا۔ دونوں گاڑی کے قریب کھڑے آہستہ آہستہ گفتگو کرتے رہے تھے۔ یہ پھر اندر آیا تھا اور کھڑکی میں جھانکنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔“

”دوسرا کہاں ہے۔“ کھڑکی کے قریب بیٹھے ہوئے آدمی نے پوچھا۔

”وہ گاڑی میں بیٹھ کر نکل گیا۔“

”خدا غارت کرے میرے اس شوق کو......“ حمید بھرائی ہوئی آواز میں بڑبڑایا۔

وہ آدمی اُسے گھورنے لگا کچھ بولا نہیں۔

ریوالور کی نال حمید کی گردن سے ہٹ چکی تھی۔ لیکن اسے استعمال کرنے والا اب بھی اس کے پیچھے موجود تھا۔

”لیکن تم انہیں زبردستی یہاں کیوں لائے۔“ کھڑکی کے قریب بیٹھے ہوئے آدمی نے دوسرے سے پوچھا۔

"ان صاحب کا کوئی قصور نہیں جناب۔" حمید نے نہایت ادب سے کہا۔ "میں نے حرکت ہی ایسی کی تھی۔"

"یعنی......!"

"بس کیا عرض کروں اپنے اس خبط کے ہاتھوں برباد ہوں۔"

"اس خبط کا تذکرہ میرے لئے بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔" وہ آدمی مسکرا کر بولا۔

"کاسۂ سر کی بناوٹ کا مطالعہ۔"

"اوہ...... تو آپ کو میری کھوپڑی دور ہی سے قابل توجہ نظر آئی تھی۔"

"یہی بات ہے...... میں نے اپنے ساتھی سے گاڑی روکنے کو کہا تھا اور اُسے کچھ بتائے بغیر پھاٹک میں گھس پڑا تھا۔"

"لیکن ساتھی کیوں بھاگ گیا......؟"

"ظاہر ہے مجھے اس طرح پکڑے جاتے دیکھ کر وہ کیسے رک سکتا تھا۔ ویسے اُس بیچارے نے تو مجھے اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔"

"بہر حال اب آپ کو قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع مل گیا۔" اس آدمی نے کہا اور دوسرے سے بولا۔ "تم جا سکتے ہو۔ کافی کے لئے کہتے جانا...... آپ تشریف رکھئے جناب۔"

حمید شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

"قریب آجائیے۔" پر شفقت لہجے میں کہا گیا۔ "کرسی کھسکانے کی زحمت بھی آپ ہی کو کرنی پڑے گی۔"

"کوئی بات نہیں۔" حمید اپنی کرسی اس کے قریب کھسکا لایا۔

لیکن وہ متحیرانہ انداز میں اس کے سر ہی کی طرف دیکھے جارہا تھا۔

"اس ایکٹنگ پر میں تمہیں سو میں سے پچانوے نمبر دے سکتا ہوں کیپٹن حمید۔" دفعتاً اس آدمی نے بے حد خشک لہجے میں کہا۔

اُس کی زبان سے اپنا نام سن کر حمید سناٹے میں آگیا۔ پھر قبل اس کے کہ ذہن کوئی دوسری قلابازی کھاتا وہ آدمی بولا۔ میں کرنل فریدی کو اتنا گھٹیا آدمی نہیں سمجھتا تھا۔

"اوہ...... تو کیا...... عجیب اتفاق ہے۔" حمید نے سنبھالا لینا چاہا لیکن حالات کا علم نہ ہونے کی بناء پر کوئی ڈھنگ کی بات نہ سوجھی۔

"قطعی نہیں۔" وہ آدمی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کسی قسم کی صفائی کی ضرورت نہیں۔ اب اینٹی کرپشن پولیس ہی تمہیں یہاں سے لے جائے گی۔"

"دیکھئے غلط نہ سمجھئے۔ کرنل صاحب کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یقین کیجئے میں تو آپ کے نام تک سے واقف نہیں۔"

وہ آدمی کچھ بولے بغیر حمید کو اس طرح گھورتا رہا جیسے اُس کی کہی ہوئی بات کو تولنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"میں یقین نہیں کر سکتا۔" کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"میں نہیں جانتا کہ آپ دونوں کے درمیان کیا ہے۔ لیکن اگر مجھے کرنل ہی نے بھیجا ہے تو اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟" حمید بولا۔

"یہ بھی تم ہی بتاؤ گے۔"

حمید کچھ کہنے والا تھا کہ کافی کی ٹرالی آگئی۔

عجیب چکر ہے۔ اس نے سوچا۔ ابھی اینٹی کرپشن پولیس کی دھمکی دی تھی اور اس سے پہلے کافی منگوا چکا تھا۔

کافی کی ٹرالی اس کے قریب لگادی گئی اور وہ اپنے لئے کافی بنانے لگا۔ اب حمید نے دیکھا کہ کپ ایک ہی تھا۔ پکا سور معلوم ہوتا ہے۔ اس نے سوچا اور پھر اپنی اس خوش فہمی پر تاؤ آنے لگا کہ اس نے رسمی اخلاق کا مظاہرہ کرنے کے لئے کافی طلب کی تھی۔

وہ خاموشی سے کافی کی چسکیاں لیتا اور حمید کو گھورتا رہا۔ اس کی عمر پچاس سے تجاوز کر چکی تھی لیکن ہاتھ پیر سے مضبوط معلوم ہوتا تھا۔ کھوپڑی انڈے کے چھلکے کی طرح شفاف تھی۔ لیکن اس کی بناوٹ کی بناء پر ہزاروں میں پہچانا جا سکتا تھا۔

کافی ختم کر کے اس نے پائپ سلگایا اس دوران میں حمید پر سے ایک پل کے لئے بھی نظر نہیں ہٹائی تھی۔

حمید نے بھی جیب سے تمباکو کی پاؤچ اور پائپ نکالا...... پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔ "آپ کی صحت بہت اچھی ہے لیکن آپ تنہا کافی پی پی کر اسے تباہ کرلیں گے۔"

"میں دشمنوں کو کافی نہیں آفر کرتا۔" اُس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"آخر میں بھی تو سنوں کہ دشمنی کی نوعیت کیا ہے۔"

"پچھلے سال سوئٹزر لینڈ میں ہمارا جھگڑا ہو گیا تھا۔"

حمید کو یاد آیا کہ فریدی پچھلے سال صرف ایک ہفتے کے لئے باہر گیا تھا لیکن آج پہلے پہل یہ معلوم ہوا کہ اُس نے وہ ایک ہفتہ سوئٹزر لینڈ میں گذارا تھا۔ پھر جب اس نے یہی نہیں بتایا تھا کہ وہ گیا کہاں تھا تو اس سفر کی غرض و غائت کا علم حمید کو کیسے ہوتا۔

"سوئٹزر لینڈ جیسے ٹھنڈے مقام پر بھی جھگڑے ہو سکتے ہیں۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"وہ معاملہ بے حد گرم تھا۔" جواب ملا۔ لیکن کہنے کے انداز سے پتہ لگانا دشوار تھا کہ یہ جملہ مزاحاً کہا گیا ہے یا سنجیدگی سے۔

"شہسواری کا مقابلہ؟" حمید نے پوچھا۔

"جی نہیں...... ایک لڑکی کا معاملہ تھا...... ایک ماہ سے وہ میرے ساتھ تھی اچانک آپ آکودے۔"

"یعنی کرنل فریدی۔" حمید اچھل پڑا۔

"کیوں...... تمہیں حیرت کیوں ہے؟"

"کچھ نہیں...... یونہی۔"

وہ زہریلی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "میں سمجھتا ہوں یہاں اُس کا ہر شناسا متحیر رہ جائے گا اس بات پر...... پارسائی کے جھنڈے گاڑ رکھے ہیں نا یہاں۔"

"تو...... اُس لڑکی کے لئے۔"

"ہاں...... اُسے میرے ہٹ سے زبردستی اٹھا لے گیا تھا۔"

"قربِ قیامت کی نشانی......!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"تم نہیں تھے اُس کے ساتھ۔"

"اجی استغفراللہ...... یہ حقیر فقیر دوسرے ٹائپ کا واقع ہوا ہے...... دیسی ہی پر قناعت کرتا ہے۔ سوئٹزر لینڈ وغیرہ کون بھاگتا پھرے۔"

"تم دونوں ہی......!"

"بس جناب...... ہوتی ہے۔ اگر آپ نے میری شان میں کوئی نازیبا کلمہ زبان سے ادا فرمایا تو......" حمید جملہ پورا کئے بغیر ہی کرسی سے اٹھ گیا۔

"کیا کرو گے تم......!"

"کر گذرنے کے بعد ہی غور کرتا ہوں کہ کیا کر گذرا۔"

"مجھے پہچانتے ہو......؟" وہ آنکھیں نکال کر غرایا۔

"یہی بہتر ہے کہ نہیں پہچانا ورنہ ہو سکتا تھا کہ مروت آجاتی۔"

"میں نیشنل اسمبلی کا ممبر ہوں...... راٹھور...... نام سنا ہے کبھی۔"

"نہیں......!" حمید نے کہا تو لیکن نام سن کر سناٹے ہی میں آ گیا تھا۔ مشہور لیڈروں میں اس کا شمار تھا۔ اگر تصویریں چھپوانے کا شائق ہوتا تو حمید نے یقیناً اسے پہچان لیا ہوتا۔ ملک کے بڑے صنعت کاروں میں سے بھی تھا۔

"ہوں......!" وہ غرایا۔ "خیر اب پہچان لو گے۔"

چبھن

یہ کس مصیبت میں پھنسا دیا جناب نے...... حمید کا سر چکرانے کے لئے اسٹارٹ لینے ہی والا تھا کہ اچانک مزاح کی حس بھی بیدار ہو گئی اور اس نے بڑے پر جوش لہجے میں کہا۔

"مجھے فخر کرنا چاہئے اپنی اس صلاحیت پر۔"

"کس صلاحیت پر......!" طنزیہ لہجے میں پوچھا گیا۔

"وہ کوئی معمولی کھوپڑی نہیں تھی جسے دیکھ کر میں بے قابو ہو گیا تھا۔"

"میرا مذاق اڑا رہے ہو......!" وہ دہاڑا

"ہرگز نہیں...... بلکہ اس قدر خوش ہوں کہ اظہار خیال کے لئے مناسب الفاظ نہیں مل رہے...... ارے کاسہ سر کی بناوٹ...... میرے خدا کاش میں آپ کو دنیا کے دوسرے بڑے آدمیوں کی کھوپڑیوں کے نمونے دکھا سکتا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ مستقبل قریب میں کیا ہونے والے ہیں۔ صدر مملکت...... نہیں...... یہ عہدہ تو صرف ملک ہی تک محدود ہے...... لکھ لیجئے کہ آپ ایک بین الاقوامی شخصیت بننے والے ہیں۔"

راٹھور نے ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور حمید جلدی جلدی بولنے لگا۔ "میں یہاں تک بتا سکتا ہوں کہ آپ کن حادثات سے دوچار ہوں گے اور کس طرح گلو خلاصی حاصل کر سکیں گے...... اور...... اور یہ بھی بتا......!"

ماؤتھ پیس میں اس کی "ہلو" کی دہاڑ سن کر یک بیک خاموش ہو گیا۔ راٹھور بھی تیزی سے بول رہا تھا۔ لیکن وہ شائد گجراتی میں کچھ کہہ رہا تھا اور حمید کو گجراتی قطعی نہیں آتی تھی۔ لہٰذا وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

راٹھور ریسیور رکھ کر غصیلے انداز میں اُس کی طرف مڑا۔

"اب میری باری ہے سمجھے۔"

"میری بھی ایک گذارش ہے...... وہ یہ کہ ..... پلیز..... ایک منٹ ٹھہریئے.... مجھے بات پوری کر لینے دیجئے...... شکریہ۔ ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آپ کرنل فریدی کا غصہ مجھ غریب پر کیوں اتارنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں گا کہ کار میں میرے ساتھ وہ نہیں تھے۔"

"میں الجھنا چاہتا ہوں کرنل فریدی سے۔"

"ضرور الجھئے...... لیکن مجھے درمیان سے ہٹ جانے دیجئے۔"

"میں پوچھتا ہوں تم اس کمپاؤنڈ میں بغیر اجازت کیوں داخل ہوئے تھے۔"

"کہہ تو رہا ہوں کہ بے اختیاری میں یہ حرکت سرزد ہو گئی تھی...... اگر پھاٹک پر نیم

پلیٹ پر بھی نظر پڑی ہوتی...... تو...... ارے توبہ توبہ۔" حمید اپنا منہ پیٹنے لگا۔

"تو پھر میں تمہیں اینٹی کرپشن پولیس کے حوالے نہ کروں۔"

"جی ہاں...... میں تو یہی چاہوں گا کہ ایسا نہ ہو۔"

"تو پھر تمہیں...... ایک تحریر دینی ہوگی۔"

"کیسی تحریر......!"

"تم اعتراف کرو گے کہ تمہارے ساتھ ایک لڑکی تھی دونوں بہت زیادہ شراب پئے ہوئے تھے اور گوشہ عافیت کی تلاش میں میری کمپاؤنڈ میں آگھسے تھے۔ تم دونوں کو میرے ملازمین نے ناگفتہ بہ حالت میں پکڑا تھا۔"

"ناگفتہ بہ حالت میری سمجھ میں نہیں آئی۔" حمید اپنی معمولی قسم کی کھوپڑی سہلاتا ہوا بولا۔

"بکواس مت کرو۔"

"اچھی بات ہے...... پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔"

"میں تمہیں جانے دوں گا۔"

"یعنی...... یعنی...... وہ تحریر......!"

"میرے پاس رہے گی۔"

"کیا فائدہ ہوگا اس سے...... میں تو کہتا ہوں کہ آپ مجھے جانے دیجئے اس سے بھی زیادہ ناگفتہ بہ حالت لکھ کر بذریعہ ڈاک آپ کے پاس بھجوادوں گا۔"

"تم یوں نہیں مانو گے......!" راٹھور نے پھر فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ٹھہریئے...... ایک منٹ......!"

"بکو...... جلدی سے۔"

"میں تحریر دے دوں گا...... کاغذ قلم منگوایئے۔"

اور پھر حمید کو ایک ایسی تحریر دینی پڑی کہ سارے جسم سے ٹھنڈا پسینہ چھوٹ پڑا۔
وہ بھی سوچ رہا تھا اچھا ہے بھگتیں گے وہی حضرت جو مجھے کچھ بتائے بغیر جہاں چاہتے ہیں

جھونک دیتے ہیں۔

راٹھور معمولی آدمی نہیں تھا۔ حمید اچھی طرح جانتا تھا کہ ایسی کسی سچویشن میں پڑ کر فادر ہارڈ اسٹون کی پیشانی بھی پسیجے بغیر نہ رہ سکی۔ راٹھور سے ٹکراؤ کا مطلب تھا براہِ راست حکومت سے ٹکراؤ۔

اُسے اچھی طرح یاد نہیں کہ وہ وہاں سے کس طرح رخصت ہوا تھا۔ ہوش تو سڑک پر پہنچنے کے بعد آیا تھا جب پسینے سے بھیگے ہوئے کپڑوں سے ٹھنڈی ہوا ٹکرائی تھی۔

پتہ نہیں وہ کس سمت جارہا تھا۔ اپنے جوتوں کی کھٹ کھٹ کے علاوہ اس وقت اور کچھ نہیں سنائی دے رہا تھا۔ کتنی ہی خالی ٹیکسیاں قریب سے گذر گئیں لیکن وہ اسی طرح چلتا رہا۔ انداز بالکل ایسے فلمی ہیرو کا سا تھا جو ہیروئن کو کھو دینے کے بعد افق کے پار چلا جانا چاہتا ہے۔

اس سے قبل بھی کئی بار فریدی نے اُسے آزمائشوں میں ڈالا تھا لیکن اس حادثے کی نوعیت ہی الگ تھی۔

آخر اس حرکت کا مقصد کیا تھا...... لیکن فریدی کی وہ اسکیم کامیاب کہاں ہوئی تھی...... زبان ہلانے سے پہلے ہی وہ دھر لیا گیا تھا...... اگر گالی دے کر بھاگتا تو کیا صورت ہوتی۔ کیا وہی چھپا ہوا آدمی فائر نہ کر دیتا جس نے اس کی گردن پر ریوالور کی نال رکھ دی تھی اور پھر یہ راٹھور...... سوئٹزر لینڈ میں کیا ہوا تھا۔ کیا حقیقتاً فریدی وہ ہے جو خود کو ظاہر کرتا ہے۔ کسی لڑکی کے لئے جھگڑا؟ انہونی ہی سی معلوم ہوتی ہے۔ حمید کو اچھی طرح یاد تھا کہ وہ پچھلے سال ایک ہفتہ کے لئے ملک سے باہر گیا تھا لیکن واپسی پر یہ بتانے سے گریز کرتا رہا تھا کہ وہ مدت اُس نے کہاں گذاری۔

حمید سوچتا رہا...... جھلاہٹ بڑھتی رہی...... قدم تیزی سے اٹھتے رہے...... منزل کا تعین کئے بغیر۔

کبھی کبھی قریب سے کوئی تیز رفتار گاڑی گذر جاتی۔

بات کہاں سے شروع ہوئی تھی اور کہاں ختم ہوئی۔ مگر ختم کہاں ہوئی۔

کون جانے کہ آنے والے لمحات اسی قصے کو اور کتنا طول دے دیں۔

قصہ؟ لیکن قصہ کیا تھا؟ بھٹی کی تصویر کی شناخت کے لئے وہ جی سی ایچ سوسائٹی گئے تھے اور فریدی نے بتایا تھا کہ وہ تو عرصہ ہوا کسی حادثہ کا شکار ہو کر مر چکا تھا۔ پھر یہ مسٹر بھٹی جو پچھلی رات تک مقتولہ کے مکان میں دیکھا گیا تھا کون تھا۔ جی سی ایچ سوسائٹی سے واپسی کے بعد حرکت......؟ کیا مقصد تھا اس کا......؟

پھر اس کا ذہن صرف لفظ ''مقصد'' کی تکرار کرتا رہا۔

سڑک پر ٹریفک زیادہ نہیں تھا اور یہ پیدل چلنے والا تو شائد تنہا ہی تھا۔ دور دور تک کسی دوسرے آدمی کی پرچھائیں بھی نہ دکھائی دیتی تھی۔

دفعتاً ایک تیز رفتار گاڑی اس کے قریب سے گذری اور کچھ ہی دور جا کر اُس کے بریک چرچرائے۔ جھٹکے کے ساتھ رکی تھی اور پھر وہ ریورس گیئر میں ڈالی گئی۔

دوسرے ہی لمحے میں حمید کو بھی رک جانا پڑا کیونکہ وہ اس کے قریب ہی آکر پھر رک گئی تھی۔

''کیپٹن حمید......!'' اندر سے آواز آئی۔ ''گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔''

آواز راٹھور کی تھی۔ حمید کچھ نہ بولا۔ ساکت و صامت کھڑا رہا۔ گاڑی کے اندر روشنی ہو گئی۔ راٹھور اسٹیئرنگ تھامے بیٹھا اُسے گھورے جا رہا تھا۔

''مجھے افسوس ہے، تم پیدل جا رہے تھے، جہاں کہو پہنچا دوں۔'' اُس نے کہا۔

''شکریہ...... میں چلا جاؤں گا......'' حمید بھنا کر بولا۔

''یار تم تو بڑے خوش مزاج مشہور ہو۔'' راٹھور نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

''صرف خوبصورت لڑکیوں کی حد تک۔''

''مجھے معلوم ہے۔ مجھے معلوم ہے۔'' راٹھور نے قہقہہ لگایا۔ ''آؤ بیٹھ جاؤ۔''

حمید بُری طرح بھنایا ہوا تھا۔ اس نے سوچا...... چلو بیٹھو دیکھا جائے گا۔

اُس نے پچھلی نشست کا دروازہ کھولنا چاہا لیکن راٹھور اگلی نشست کا دروازہ کھولتا ہوا بولا۔ ''نہیں ادھر ہی آؤ۔''

حمید نے بیٹھتے ہوئے دروازہ بند کیا اور راٹھور نے سوئچ دبا کر گاڑی کے اندر بھی روشنی کردی۔

گاڑی چل رہی تھی اور حمید کنکھیوں سے اُسے دیکھے جارہا تھا۔ راٹھور نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ رکھے تھے۔

دفعتاً اُس نے اپنے ہاتھ سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ لو۔"

"کیا ہے......؟"

"تمہارا اعتراف نامہ۔"

"کیوں......؟"

"فضول ہے میرے لئے۔ میں یونہی جب چاہوں تم لوگوں سے نپٹ سکتا ہوں۔"

"آپ خواہ مخواہ مجھے کیوں گھسیٹ رہے ہیں۔ آپ کا جھگڑا کرنل فریدی سے ہوا تھا۔ مجھ پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے۔"

"ہاں ہاں...... کچھ اس خیال سے بھی۔ بہر حال تم اسے ضائع کر سکتے ہو۔"

حمید نے کاغذ کی تہہ کھولی...... وہ تحریر تھی جو کچھ دیر پہلے زبردستی اس سے لی گئی تھی۔

"نہیں......!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں اسے ضائع کرنے کی بجائے اپنی حماقت کی یادگار کے طور پر رکھوں گا۔"

"تمہاری مرضی......!" راٹھور نے لاپروائی سے کہا۔

حمید نے اُسے بڑی احتیاط سے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔

گاڑی چلتی رہی...... رفتار خاصی تیز تھی...... لیکن ابھی تک حمید نے اس سے یہ پوچھنے کی زحمت نہیں کی تھی کہ وہ اسے کہاں لے جا رہا ہے۔

"ہائے......!" پچھلی سیٹ سے ایک سریلی سی خواب آلود آواز آئی۔

حمید چونک کر مڑا۔

آہا...... اس کے الفاظ میں تو پچھلی سیٹ پر قیامت ہی سو رہی تھی اور اُسی نے کراہ کر شاید کروٹ بدلی تھی۔

بھرے بھرے سے ہونٹ کسی قدر کھل گئے تھے جن سے سامنے کے شفاف دانت جھانک رہے تھے۔ ایک پتلی سی لٹ گال پر خم کھا کر دہانے کے گوشے تک چلی آئی تھی۔ حمید کو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے خود اس کی ریڑھ کی ہڈی میں فوارے چھوٹ رہے ہوں۔

وہ جلدی سے پھر سیدھا ہو بیٹھا اور کنکھیوں سے راٹھور کی جانب دیکھا وہ پہلے ہی کے سے انداز میں ونڈ شیلڈ پر نظر جمائے ہوئے تھا...... اس سے قطعی بے تعلق کہ دوسرے کس حال میں ہیں

حمید نے کھکار کر اُسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا لیکن اس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

آخر اُسے بولنا ہی پڑا۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں۔"

"رات بڑی خوش گوار ہے...... گھر میں جی نہیں لگ رہا تھا کہیں بھی چلے چلیں گے۔"

حمید پر پھر جھلاہٹ کا دورہ پڑ گیا۔ لیکن زبان نہ کھل سکی۔ سوچتا رہا...... واہ اُلو کے پٹھے اتنی بے تکلفی سے فرما رہے ہو جیسے ہم بہت دنوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں...... اور یہ پیچھے کیا تمہاری خالہ محترمہ استراحت فرما رہی تھیں۔

"لیکن یہ رات میرے لئے تو بے حد ناخوشگوار ثابت ہوئی ہے۔" حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔

"اماں چھوڑو بھی...... ابھی تک اُسی ادھیڑ پن میں پڑے ہوئے ہو۔ تم جیسے لوگوں کو تو پیچھے مڑ کر دیکھنا ہی نہ چاہئے۔"

"اتفاقاً نظر اٹھ گئی تھی۔"

"اُوہ...... میرا مطلب تھا گذری ہوئی باتوں کی فکر ہی نہ کرنا چاہئے۔ اُسے تو تم بار بار

مڑ کر دیکھ سکتے ہو۔"

"شکریہ......!" حمید نے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور باقاعدہ طور پر پچھلی سیٹ کی طرف مڑ گیا۔ لڑکی اب بھی اسی طرح سو رہی تھی...... فرق صرف اتنا ہوا تھا کہ گال پر بل کھائی سی لٹ اب ہاتھ کے نیچے دب گئی تھی۔

"دیکھتے رہو۔" راٹھور سنجیدگی سے بولا۔ "اس کے ساتھ ہی ذاتی طور پر امپورٹ کی ہوئی پرتگالی شراب بھی ہے۔"

"مزید شکریہ۔" حمید نے کہا۔ اب وہ پچھلی سیٹ پر باقاعدہ جھکا ہوا اس طرح سونے والی کا جائزہ لے رہا تھا جیسے خس و خاشاک کے ڈھیر میں گری ہوئی سوئی تلاش کر رہا ہو۔

راٹھور ہنس کر بولا۔ "واقعی بڑے سور ہو۔"

پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر غصیلی آواز میں کہا۔ "تمہیں میرا احترام کرنا چاہئے۔"

"اکثر میرے والد صاحب بھی یہی کہا کرتے ہیں۔" حمید سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔ "مگر کیا کروں عورتوں کے معاملے میں مجبور ہوں...... آدم کی مجبوری سے بھی آپ واقف ہی ہوں گے۔"

بار برداری کے تین بڑے ٹرک سامان سے لدے ہوئے اُن کے قریب سے گذر گئے۔

اب گاڑی رک گئی تھی۔

راٹھور نے حمید سے کہا۔ "اسے جگا دو......!"

گاڑی میں اب اندھیرا تھا...... حمید نے ہاتھ بڑھا کر اُسے جھنجھوڑا...... وہ اچھل پڑی۔ ساتھ ہی حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے ہتھیلی میں کوئی چیز چبھ گئی ہو...... اُس نے "سی" کر کے ہاتھ کھینچ لیا۔

راٹھور غرا رہا تھا۔ "اٹھئے رانی صاحبہ...... ایسی بھی کیا نیند۔"

حمید اپنی ہتھیلی میں سوزش سی محسوس کر رہا تھا...... اور عجیب سی سنسنی اس کے سارے جسم میں پھیل گئی تھی۔

راٹھور اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک طرف چلنے لگا۔ وہ بس اس کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔

عجیب خالی الذہنی کا سا عالم تھا۔ پیر نہیں لڑکھڑا رہے تھے۔ وہ مضبوطی سے زمین پر قدم رکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک عمارت میں داخل ہوئے جو تاریک نہیں تھی۔ بڑے بڑے پیٹرومیکس لیمپوں نے اُسے بقعہ نور بنا رکھا تھا۔

حمید بولنے کے موڈ میں تھا۔ بولے جارہا تھا لیکن یہ عجیب بات تھی کہ اُسے اپنی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ لڑکی ہنس رہی تھی۔ تھرک رہی تھی...... ناچ رہی تھی۔

کئی قسم کے ساز بج رہے تھے۔

نغمہ و نور کا سیلاب تھا کہ چاروں طرف سے امنڈ آیا تھا...... حمید محسوس کررہا تھا جیسے اس لڑکی کا وجود پورے ماحول پر چھا گیا ہو۔

وہ بولے جارہا تھا بے تکان۔ یہ سمجھے بغیر کہ کیا کہہ رہا ہے' اور سامنے بیٹھا ہوا راٹھور اُسے بالکل چغد معلوم ہو رہا تھا۔

ایک بار لڑکی تھرکتی ہوئی راٹھور کے قریب سے گذری اور اُس نے اسے حمید پر دھکیل دیا...... دونوں لڑکھڑاتے ہوئے ایک دوسرے پر گرے...... اندھیرا ہو گیا...... اور ساز تھم گئے...... پھر پتہ نہیں کیا ہوا کہ حمید کا ذہن بھی اُسی اندھیرے میں ڈوبتا چلا گیا۔

بھاگو

سورج طلوع ہو چکا تھا اور شائد کھلی ہوئی کھڑکی سے براہِ راست آنے والی شعاعوں کی حدت اپنے چہرے پر محسوس کر کے ہی وہ جاگ پڑا تھا۔ لیکن یہ کیا......؟ اُس کے کپڑے کہاں تھے۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا...... چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن اس کمرے میں کہیں کوئی ایسی چیز نہ دکھائی دی جس سے برہنگی کا ازالہ ہو سکتا۔ بستر پر چادر بھی نہیں تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتا رہا۔

یہاں ایک مسہری تھی، ایک میز اور دو کرسیاں۔ ملبوسات کی الماری بھی تھی اس کے قریب ہی چھوٹے سے اسٹول پر فون رکھا ہوا تھا۔

وہ جھپٹ کر الماری کی طرف آیا۔ الماری کا ہینڈل گھماتے وقت پھر فون پر نظر پڑی۔ اس کے ریسیور پر سرخ حروف میں "نیاگرا" تحریر تھا۔

اوہ...... تو کیا یہ نیاگرا ہوٹل کا کوئی کمرہ ہے...... اُس نے سوچا...... لیکن وہ پچھلی رات والی عمارت نیاگرا کی تو ہرگز نہیں تھی۔

الماری کا دروازہ کھل گیا۔ لیکن وہ خالی تھی۔ نہ تو اُسے اپنے کپڑے نظر آئے اور نہ کوئی ایسی چیز جس سے ستر پوشی کی جاسکتی۔

اب وہ سیدھا غسل خانے میں جاگھسا...... خدا کی پناہ۔ یہاں بھی کچھ نہیں تھا۔ ایک تولیہ ہی مل گیا ہوتا...... اب کیا کیا جائے۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور وہ جھپٹ کر باہر نکلا۔ ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کیا آپ کمرے ہی میں ناشتہ پسند فرمائیں گے۔"

"اُوہ...... ہاں......!" حمید جلدی سے بولا۔ "دیکھو بھئی...... میں اس کمرے کا نمبر بھول گیا ہوں۔"

"سکنڈ فلور...... تھرٹی سکس...... جناب......!"

"شکریہ...... میں ابھی ناشتے کے لئے خود ہی رنگ کروں گا۔"

"بہت بہتر جناب۔" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی بھی آواز آئی اور حمید نے بھی ریسیور رکھ دیا۔

سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ آخر اُسے یہاں کس طرح لایا گیا ہوگا۔ اگر وہ ہوش میں ہوتا تو اس طرح کسی کے قابو ہی میں کیوں آتا۔ ظاہر ہے کہ اُسے اپنی سدھ نہ رہی ہوگی۔ تو کیا وہ اسے اسٹریچر پر ڈال کر یہاں لائے ہوں گے۔ رجسٹر میں نام کس کا درج کرایا ہوگا۔

"راٹھور...... راٹھور...... میں تمہیں دیکھ لوں گا۔" وہ دانت پیس کر بڑبڑایا۔

پھر فون کی طرف بڑھا۔ ہوٹل کے ایکسچینج سے رابطہ قائم کر کے ماؤتھ پیس میں بولا۔
"کاؤنٹر پلیز......!"

کاؤنٹر کنکٹ ہو جانے کے بعد اُس نے کاؤنٹر کلرک سے پوچھا۔ "سیکنڈ فلور کے روم تھرٹی سکس میں کون مقیم ہے۔"

"آپ کون صاحب ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"سم بوڈی فرام سی۔ آئی۔ بی۔" حمید نے جواب دیا۔

"مجھے افسوس ہے جناب...... یہ بات آپ کو سپروائزر ہی سے معلوم ہو سکے گی۔"

سپروائزر...... حمید نے ریسیور رکھتے ہوئے سوچا۔ وہ تو اُسے اچھی طرح جانتا ہے...... پھر کیا کیا جائے۔ شائد آواز بھی پہچان لے۔

دوبارہ فون کا سلسلہ سپروائزر سے ملوا کر آواز بدلتے ہوئے وہی سوال کیا جو کاؤنٹر کلرک سے کیا تھا۔

"آپ کون صاحب ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"سم بوڈی فرام سی۔ آئی۔ بی۔"

"آپ یہاں تشریف لائیے...... اپنا آئیڈنٹی کارڈ دکھائیے پھر بتایا جا سکے گا۔"

"کیا بات ہوئی۔" حمید غرایا۔

"قوانین جناب...... میں مجبور ہوں۔" کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

حمید تھوڑی دیر تک سر پکڑے بیٹھا رہا پھر ریسیور رکھ کر دوبارہ سپروائزر ہی سے سلسلہ ملایا اور اُس بار اپنی اصل آواز میں اُسے مخاطب کرتا ہوا بولا۔ "مسٹر شرما...... میں کیپٹن حمید بول رہا ہوں۔"

"اُوہ...... تو آپ جاگ رہے ہیں۔ ابھی ابھی کسی نے فون پر آپ کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہا تھا...... آپ ہی کے محکمے کا حوالہ دے کر لیکن میں نے فی الحال ہوٹل کے قوانین کی آڑ لے کر ٹال دیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اب وہ خود ہی آرہا ہو۔"

"فکر نہ کرو...... بس جلدی سے میرا ایک کام کر دو۔ ایک پتلون ایک قمیض اور ایک

بنیان اپنے اسٹور سے لے کر بھجوادو۔ قیمت نیچے آکر ادا کر دوں گا۔"

"سائز بتائیے...... ابھی بھجواتا ہوں۔"

حمید نے اُسے سائز بتا کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب وہ دروازے کے قریب کھڑا کپڑوں کا منتظر تھا۔

پھر کپڑے بھی آگئے جو دروازے میں تھوڑا سا درہ کر کے باہر کھڑے ہوئے ویٹر سے لے لئے گئے تھے۔

کپڑے پہن لینے کے بعد جان میں جان آئی اور وہ باہر نکلا۔ پہلی منزل سے اُتر کر سیدھا سپر وائزر کے کمرے میں آیا۔ شائد وہ اس کا منتظر ہی تھا اور کسی قدر مضطرب بھی۔

"تشریف رکھئے...... جناب۔ پچھلی رات تو میں آپ کی حالت دیکھ کر بوکھلا گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے پہلے کبھی اتنی زیادہ نہ پی ہو گی۔"

"میرے ساتھ کون تھا۔"

"دو حضرات...... جنہیں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔"

"کیا یہ کمرہ میرے نام سے لیا گیا تھا۔"

"جی ہاں...... انہوں نے کہا تھا کہ وہ آپ کے ہمدرد ہیں۔ آپ ڈیوٹی پر تھے اور آپ نے بہت زیادہ پی لی، وہ دونوں ہمدرد نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے محکمے کا کوئی آدمی آپ کو اس حال میں دیکھے۔ لہٰذا وہ آپ کو سیدھے یہیں لیتے چلے آئے۔"

ہوں...... کیا وقت تھا......!"

"غالباً ساڑھے تین بجے تھے۔"

"تمہاری ڈیوٹی کس وقت سے شروع ہوئی تھی۔"

"تین بجے سے۔" سپر وائزر مسکرا کر بولا۔ "ادھر میں نے بھی تھوڑی سی احتیاط برتی، آپ کا اصل نام رجسٹر میں درج نہیں ہونے دیا۔"

"بہت بہتر۔"

"لیکن ایک بات اور سنو...... وہ لوگ اُس کمرے سے بیڈ شیٹ تک اٹھا لے گئے ہیں۔

کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جس سے میں...... مطلب یہ کہ...... میرے لئے تو تم نے ہی کپڑے بھجوائے تھے۔"

"اوہ...... یعنی...... اس کا مطلب یہ......!"

"ہاں نہ صرف میرا پرس لے گئے بلکہ کپڑے بھی۔"

"تو کیا وہ آپ کے لئے اجنبی تھے۔"

"میں نے کسی کی شکل نہیں دیکھی...... یہاں کے ایک ہوٹل میں کولڈ ڈرنک سپ کر رہا تھا...... پھر مجھے کچھ بھی یاد نہیں۔"

"اوہ...... تو یہ...... کوئی۔"

"بہتر ہے کہ اس سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھنا۔ مجھے کوئی خواب آور دوا دی گئی تھی کولڈ ڈرنک میں...... خیر...... ہاں تو میں کچھ دیر بعد کپڑوں کی قیمت ادا کر دوں گا...... کمرہ اسی نام پر انگیج رہے گا۔"

"بہت اچھے۔" فریدی نے قہقہہ لگایا۔ حمید نے شاید پہلی بار اسے اس طرح ہنستے دیکھا تھا اور ہنسی بھی اُس کی مصیبت بھری داستان پر آئی تھی۔ لہٰذا اس کا بھی شعلہ جوالہ بن جانا بے حد ضروری تھا۔

اپنا سینہ پیٹ پیٹ کر چیخنے لگا۔ "میں اُلو کا پٹھا ہوں اگر اب آپ کا کوئی غیر سرکاری حکم مانوں۔ ارے اگر وہ مجھے بحالت بے ہوشی قتل ہی کر دیتے تو کیا ہوتا۔"

"کیا تم مجھے اتنا بے خبر سمجھتے ہو؟"

"اوہ...... تو وہ سب کچھ آپ کے علم میں ہوا تھا۔"

"ہاں...... آں...... صرف نیاگرہ پہنچ کر میں نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔"

"اس راٹھور کو اگر میں نے شارع عام پر ننگا نہ کیا تو کچھ بھی نہ کیا۔"

"نہیں نہیں...... بغیر سمجھے بوجھے اتنا بڑا عہد ہرگز نہ کرو۔ وہ تو اس بے چارے نے اپنی زندہ دلی کا مظاہرہ کیا تھا۔"

"زندہ دلی......!"

"ہاں بھئی...... وہ خود کو بہت خوش مزاج اور زندہ دل تصور کرتا ہے۔"

"لیکن آپ اُسے گالی کیوں دلوانا چاہتے تھے......" حمید حلق کے بل چیخا اور اسے کھانسی آنے لگی۔

"صبر...... صبر...... فرزند......" فریدی اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس نے اپنی حفاظت کے لئے کس قسم کے انتظامات کرر کھے ہیں۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ہونٹ ہلنے سے پہلے ہی تمہاری گردن دبوچ لی جائے گی۔"

"اور اگر وہ گولی ہی ماردیتا تو۔"

"اس سے پہلے خود اس کا جسم چھلنی ہو جاتا۔"

حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے بُرا سامنہ بنایا لیکن کچھ بولا نہیں۔

دفعتاً اُسے فریدی کے متعلق وہ انکشاف یاد آگیا جس نے حمید کو بڑی دیر تک متحیر رکھا تھا۔

"راٹھور سے بنائے مخاصمت کیا ہے۔" دفعتاً اُس نے سر اٹھایا۔

"کیا اس نے نہیں بتایا۔" فریدی مسکرایا۔

"آپ کی زبان سے سن کر زیادہ محظوظ ہو سکوں گا۔" حمید نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"جھگڑا ہوا تھا ایک لڑکی کے لئے۔"

"ہا......!" حمید نے آنکھیں بند کر کے ٹھنڈی سانس لی۔ "رس گھولتے رہئے میرے کانوں میں...... مکرر ارشاد......!"

"ایک لڑکی کیلئے جھگڑا ہوا تھا اور میں اسے زبردستی اٹھالے گیا تھا اس کے ہٹ سے۔"

"یہ شعر تو مطلع سے زیادہ زوردار ہے...... اس لئے سہ کرر[1] ارشاد......!"

"بڑی خوب صورت لڑکی تھی......" فریدی سپاٹ لہجے میں بولا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ حمید کی باتوں پر دھیان دیئے بغیر یہ سب کچھ کہہ رہا ہے۔

"بڑی خوبصورت لڑکی تھی حمید صاحب...... لیکن وہ کوئی سوئیس لڑکی نہیں تھی۔"

"بہر حال لڑکی تھی۔" حمید پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "سوئیس لڑکیوں میں بھی

---

[1] تیسری بار

عام کل پرزوں سے زیادہ نہیں لگے ہوتے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اب وہ خاموش ہو کر سگار سلگانے لگا تھا۔ حمید نے بھی سوچا کہ اب موضوع بدل دینا چاہئے۔ کئی سوال تھے ذہن میں...... بات بڑھتی تو ان سوالوں سے تعلق رکھنے والی الجھنیں بدستور قائم رہتیں...... اس نے ایش ٹرے میں پائپ خالی کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن آپ اس معاملے کو چھوڑ کر یک بیک راٹھور پر کیوں چڑھ دوڑے تھے۔"

فریدی کی نظر میز کے پائے سے ہٹ کر اُس کے چہرے پر جم گئی اور اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ "بھٹی نے سوئٹزر لینڈ میں اسی کے ہٹ میں دم توڑا تھا اور اس بات کا علم چند آدمیوں کے علاوہ کسی اور کو نہیں تھا۔ میں جانتا تھا...... راٹھور جانتا تھا اور ہمارا سفیر برائے سوئٹزر لینڈ...... اور دو آدمی اور بھی تھے۔"

"بھٹی کے گھر والے تو جانتے ہی ہوں گے۔" حمید نے کہا۔

"اس کا کوئی قریبی عزیز موجود نہیں جسے اس کی موت یا زندگی سے دلچسپی ہو۔"

"لیکن بھٹی کی موت صیغہ راز میں کیوں رہی۔"

"بعض بین الاقوامی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی تھیں۔"

"کیا وہ اتنا ہی اہم تھا۔"

"نہیں...... اس سے تعلق رکھنے والے کچھ فرائض کی اہمیت نے اس پالیسی پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کی تنخواہ اب تک الگ رہی ہے اور اس کی وصولیابی بھی بھٹی ہی کے جعلی دستخط سے ہوئی ہے۔ لہٰذا اس بھٹی کا تذکرہ سن کر راٹھور کی طرف متوجہ ہونا ضروری تھا۔"

"اور وہ سفیر صاحب۔"

"وہ اب بھی سوئٹزر لینڈ میں ہے۔"

"لیکن آپ تو یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ راٹھور کتنا محتاط ہے۔"

"ہاں......!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ اس پر پہلے ہی سے نظر تھی آپ کی۔"

"تو کیا تم سچ مچ یہی سمجھتے ہو کہ میں پچھلے سال سوئٹزر لینڈ عیاشی ہی کے لئے گیا تھا۔"

"خدا سب کو نیک توفیق دے۔" حمید نے کہا اور مسمسی صورت بنائے بیٹھا رہا۔

"مجھے یہاں سے بھیجا گیا تھا...... بھٹی کی موت کے بعد۔"

"اور آپ وہاں جاکر لڑکیاں اٹھانے لگے تھے۔"

"ہاں...... آں......!" فریدی تلخ لہجے میں بولا۔ "لڑکیوں کے معاملے میں سبھی اپنے فرائض سے غافل ہو جاتے ہیں...... مثال کے طور پر تم نے پچھلی رات راٹھور کو بالتفصیل پورے دن کی رپورٹ دے دی تھی۔"

"میں نے......!" حمید متحیرانہ انداز میں اچھل پڑا۔

"جناب نے......!"

"ہرگز نہیں......!"

"برخوردار تم نے اسے یہاں تک تو بتایا تھا کہ بھٹی کی تصویر شناخت ہو جانے کے بعد ہم لوگ سیدھے اسی کی طرف گئے تھے۔"

"خدا کی قسم مجھے یاد نہیں آرہا۔" حمید نے کہا۔ لیکن دفعتاً اُسے اپنی وہ کیفیت یاد آئی جو ہتھیلی میں کوئی چیز چبھنے کے بعد ہوئی تھی۔ اسے یاد آگیا کہ وہ اس کے بعد ہی سے بے تکان بولے جارہا تھا۔ لیکن اسے خود اپنی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو تا رہا تھا جیسے تلوؤں سے آندھیاں سی کھوپڑی کی طرف جارہی ہوں۔

"میرے خدا......!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور رحم طلب نظروں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہوں......!" فریدی غرایا۔ "اب کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"صرف ایک بات...... کہ میں ہوش میں نہیں تھا۔" حمید نے کہا اور پوری کہانی دہرادی۔ کہانی کے اختتام پر فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھالیا۔ کچھ سنتا رہا پھر بولا۔ "نہیں جناب...... وہ پچھلی رات سے غائب ہے...... ابھی تک مجھے اطلاع نہیں دی کہ کہاں ہے۔ بہتر...... جی ہاں...... فوراً مطلع کردوں گا جی بہت

اچھا...... خود ہی لے کر آؤں گا۔"

پھر وہ ریسیور رکھ کر حمید کی طرف مڑا۔

"شاید تمہارا اعتراف نامہ راٹھور نے ڈی۔ آئی۔ جی تک پہنچا ہی دیا۔ براہِ راست طلبی کا تو یہی مطلب ہو سکتا ہے۔ اچھا برخوردار جتنی جلد ممکن ہو شہر ہی سے نکل جاؤ...... چھوٹی گاڑی جس کے نمبر اور رنگ حسب ضرورت تبدیل ہوتے رہتے ہیں گیراج میں موجود ہے۔ ٹنکی بھی فل ہی ہو گی۔ تار جام کے ہوٹل روانو میں میرے پیغام کے منتظر رہنا۔"

حملہ

یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اس سے پہلے بھی کئی بار وقتی ضرورت کے تحت وہ افسران بالا سے دور بھاگ چکا تھا۔ لیکن اس بار وہ وحشت زدہ تھا اپنی اس تحریر کی بناء پر جو اسے راٹھور کو دینی پڑی تھی۔ وہ اعتراف نامہ اس کے کیریئر کو داغدار بنا دیتا۔

چھوٹی آسٹن تار جام والی سڑک پر ساٹھ اور ستر میل کی رفتار سے دوڑی جا رہی تھی۔ اس نے عقب نما آئینے پر نظر ڈالی۔ وہی سکوٹر پھر دکھائی دیا جو شہر ہی سے اس کے پیچھے لگ گیا تھا۔ لیکن اس پر کوئی عورت تھی۔ فاصلہ اتنا زیادہ رہا تھا کہ عورت پہچانی نہیں جا سکتی تھی۔ اس نے سوچا ضروری نہیں کہ وہ اسکا تعاقب کر رہی ہو۔ بہتیری خواتین بھی اب ایڈونچر کی تلاش میں تنہا بڑے لمبے لمبے سفر کرتی ہیں۔

اس نے اپنی گاڑی کی رفتار کچھ اور تیز کر دی اور فوراً ہی محسوس کیا کہ اسکوٹر کی رفتار بھی اسی مناسبت سے بڑھا دی گئی ہے۔

دونوں کا درمیانی فاصلہ اب بھی اتنا ہی تھا کچھ دور چلنے کے بعد حمید نے آہستہ آہستہ رفتار کم کرنی شروع کی اور اس عورت کی مشاقی پر عش عش کرتا رہا کیونکہ اس طرح بھی

دونوں گاڑیوں کے فاصلے میں کوئی فرق نہ ہونے پایا۔

''اونہہ...... !'' کچھ دیر بعد وہ سر جھٹک کر بڑبڑایا۔ ''وہ لیڈی انسپکٹر ریکھا تو ہرگز نہیں ہو سکتی...... پھر ہوا کرے کوئی...... دیکھا جائے گا۔''

رووانو تارجام کے اچھے ہوٹلوں میں تھا جیسے ہی اس کی گاڑی پورچ میں رکی ایک پورٹر نے تیزی سے آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھولا۔

حمید نے پچھلی نشست پر پڑے ہوئے سوٹ کیس کی طرف اشارہ کیا۔

''کاؤنٹر پر آؤ......!''

پھر وہ گاڑی سے اتر ہی رہا تھا کہ وہ سکوٹر بھی کمپاؤنڈ میں داخل ہوتا ہوا دکھائی دیا......

اور...... وہ اس لڑکی کو پہلی ہی نظر میں پہچان گیا تھا۔ یہ جولی وکٹر تھی۔

اس نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور سیڑھیاں طے کرتا ہوا برآمدے میں داخل ہو گیا۔

صدر دروازے سے گزر کر کاؤنٹر پر آیا۔

پھر جب وہ کاؤنٹر کلرک سے سنگل بیڈ روم کے لئے کہہ رہا تھا دفعتاً پشت سے آواز آئی۔

''نہیں...... ڈبل بیڈ روم۔''

آواز جولی وکٹر کی تھی اور اس میں بیویوں کی سی غصیلی آواز کی جھلکیاں تھیں۔

بالکل ایسے ہی معلوم ہوتا تھا جیسے بیوی نے اپنے شوہر کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا ہو۔

حمید چونک کر مڑا تھا اور پھر اس کے چہرے پر کچھ اس قسم کا اضمحلال طاری ہو گیا تھا جیسے واقعی وہ اس کا نالائق شوہر ہی ہو۔

''ہوں...... ہوں...... ڈبل بیڈ......!'' اُس نے رقت آمیز لہجے میں کہا۔

''بہت بہتر جناب۔'' کاؤنٹر کلرک رجسٹر کھولتا ہوا بولا۔ ''کیا نام لکھا جائے۔''

''مسٹر اور مسز گیسپر......!'' جولی نے تیز آواز میں کہا اور پھر پتہ بھی اپنے ہی مکان کا لکھوا دیا۔

گیسپر کے نام پر حمید کی جان نکل گئی۔ اسے یاد آیا کہ اس نے خود کو جولی پوز کر کے اس کے باپ سے فون پر گیسپر کے متعلق بات کی تھی اور اس کے باپ نے جواب میں کہا تھا کہ اب وہ اسے مارے گا۔

جولی اس پورٹر سے جو حمید کا سوٹ کیس لایا تھا کہہ رہی تھی۔ "گاڑی اور اسکوٹر دونوں ایک ہی گیراج میں رہیں گے۔"

"بہت بہتر جناب......!" پورٹر نے جواب دیا۔

"کمرہ نمبر ۲۷ جناب۔" کلرک حمید کی طرف کنجی بڑھاتا ہوا بولا۔

کچھ دیر بعد دونوں کمرہ نمبر ۲۷ میں کھڑے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔

"کیا حرکت تھی......؟" کچھ دیر بعد حمید نے غصیلی آواز میں کہا۔

"تمہیں اطلاع دینے آئی تھی کہ میں اس وقت سچ مچ چرس کے نشے میں ہوں۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"میری پشت پر تین نیلی دھاریاں ہیں۔ میں تمہارا خون پی جاؤں گی۔"

"شائد تم بہت زیادہ چرس پی گئی ہو۔"

"ڈیڈی کے ہاتھوں پٹ جانے کے بعد میں نے سوچا کہ تم بہت بڑے سور ہو۔ اور پھر مسٹر جیمز کو بتانا ہی پڑا کہ تم لوگ کون تھے لیکن یہ بتاتے وقت وہ بے حد خائف تھے۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ وہ غیر معمولی آنکھوں والا کون تھا اب میں تم سے سمجھ لوں گی۔ کیپٹن حمید میں صبح ہی سے تمہاری کوٹھی کے آس پاس منڈلاتی رہی تھی۔"

"جانتی ہو کتنا بڑا جرم ہے محکمہ سراغ رسانی کے کسی آفیسر کی ٹوہ میں رہنا۔"

"ختم کرو......اب ہم صرف مسٹر اینڈ مسز گیسپر ہیں۔"

"زبردستی۔"

"اس وقت تک رہیں گے جب تک کہ میری پشت سے نیلی دھاریاں غائب نہ ہو جائیں۔"

"اب کیا مجھے بھی اپنے ڈیڈی سے پٹوانے کا ارادہ ہے۔"

"مجھے ان کی یہ عادت سخت ناپسند ہے۔" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"حیرت ہے کہ تم اسے برداشت کیسے کرتی ہو۔"

"مجھے خود بھی حیرت ہے؟" اس نے معصومانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"قطعی نہیں...... یہ دیکھو کہ میں نے ابھی تک شادی نہیں کی...... عورتوں کا احترام کرنے والے مہذب لوگ قطعی سخت ناپسند ہیں۔ میں ایسا شوہر چاہتی ہوں جو مجھ پر غصہ آنے کے بعد درگذر نہ کرے بلکہ تھپڑوں اور گھونسوں کی بارش کر دے۔"

"کیا اس نقلی ازدواجی زندگی میں بھی یہی چلے گا۔" حمید نے اپنے بازوؤں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ...... یہ تو...... یہ تو میں نے تمہیں نروس کرنے کے لئے مسٹر اینڈ مسز کیسپر لکھوا دیا تھا۔"

"لیکن کاؤنٹر کلرک تو یہی سمجھا ہوگا کہ تم شوہر کو کڑی نگرانی میں رکھنے والی کوئی خاتون ہو۔"

"اونہہ......!" اس نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

اتنے لمبے سفر کے بعد بھی اس کے چہرے کی تازگی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ حمید اسے دیکھتا اور سوچتا رہا کہ اس سلونی رنگت کے لئے بیلے کی ادھ کھلی کلیاں کتنی مناسب رہیں گی۔ کاش اس کے بال بھی اتنے لمبے ہوتے کہ جوڑا سجا سکتی جوڑے میں بیلے کی کلیاں۔ بھرے ہوئے بھرپور ہونٹ...... اوپری ہونٹ پر ہلکی سی سبزی مائل روئید گی...... اور سانچے میں ڈھلا ہوا جسم۔

دفعتاً وہ بولی۔ "میں تمہارے لئے تمہارا پیچھا نہیں کر رہی۔"

"کیا مطلب......!"

"تمہارے چیف کے لئے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔" حمید نے جھنجھلا کر کہا۔

"خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔" وہ ہنس پڑی۔

"چیف میری جیب میں نہیں رکھا رہتا..... تم اسے وہیں کوٹھی میں ہی چھوڑ آئی ہو۔"

"اوہ سنو......!" وہ یک بیک سنجیدہ ہو کر بولی۔ پھر کچھ سوچتی رہی۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ آخر کچھ دیر بعد بولی۔ "میں تنہا ہی نہیں منڈلا رہی تھی کوٹھی کے آس پاس ایک اور آدمی بھی تھا اور وہ صورت سے کوئی اچھا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔"

"کیا اس نے میرا تعاقب کیا تھا۔"

"نہیں ایسا تو نہیں ہوا تھا۔"

حمید نے طویل سانس لی اور فریدی کے متعلق سوچنے لگا۔

لنکن پھاٹک سے نکل کر سڑک پر آئی۔ فریدی نے جیسے ہی اسے قریبی موڑ پر موڑنا چاہا دوسری طرف سے ایک تیز رفتار گاڑی کے بریک چرچرائے۔ فریدی نے فوراً ہی بریک نہ لگائے ہوتے تو ٹکر لازمی تھی۔

دوسری گاڑی کے اسٹیئرنگ پر کوئی عورت تھی۔ جس کے قریب ایک مرد بھی بیٹھا تھا۔ وہ آستین سمیٹتا ہوا بڑے غصے میں گاڑی سے اترا۔

"کیوں جناب...... دیکھ کر نہیں......!"

"غلطی میری نہیں تھی۔" فریدی نے اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی کہا۔

"اوہ...... ڈارلنگ...... میرا دل۔" دفعتاً گاڑی سے عورت کی منمناتی ہوئی سی آواز آئی' اور وہ گاڑی کی طرف دوڑا۔

فریدی ابھی تک اپنی گاڑی سے نہیں اُترا تھا۔ اس نے دیکھا کہ عورت دونوں ہاتھوں سے بایاں پہلو دبائے کھڑکی پر جھک گئی ہے۔ کار وہی ڈرائیو کر رہی تھی اس لئے اچانک دھچکے کی وجہ سے اس کے اعصاب پر بُرا اثر بھی پڑ سکتا تھا۔

اب تو ازراہ ہمدردی فریدی کو بھی گاڑی سے اترنا پڑا۔

ابھی وہ اس کھڑکی کے قریب پہنچا بھی نہیں تھا کہ بائیں شانے پر شاید ایک بالشت کی اونچائی سے طوفان گزر گیا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ زمین پر تھا۔ پھر لڑھکتا ہوا سڑک کے نیچے چلا گیا۔

ٹامی گن سے نکلی ہوئی گولیوں کی بوچھاڑ بند ہو چکی تھی۔ سڑک کے دوسرے کنارے پر کھڑی ہوئی جیپ جس سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی تھی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

چند سیکنڈ کے اندر ہی اندر یہ سب کچھ ہوا۔ شاید ہی کسی کی سمجھ میں آسکا ہو کہ یہ سب کیا تھا۔

فریدی نے گرتے گرتے اندازہ کر لیا تھا اس کار والے عورت اور مرد دونوں ہی چھلنی ہو گئے ہوں گے۔ حملہ آوروں نے غالباً انہیں پہلے ہی ختم کر دینے کی کوشش کی تھی ورنہ اس وقت فریدی کو شاید دنیا کی کوئی طاقت نہ بچا سکتی۔

وہ دوسری گاڑی پر دھیان دیئے بغیر اپنی گاڑی کی طرف جھپٹا۔

جیپ ابھی نظر میں ہی تھی...... لنکن بھی تیزی سے آگے بڑھی۔ ساتھ ہی فریدی نے ڈیش بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور بولنے لگا...... "ہیلو...... ہیلو...... ہیڈ کوارٹر...... تھرٹین سٹریٹ پر سیاہ رنگ کی ایک تیز رفتار جیپ شمال کی طرف جا رہی ہے...... اس نے ٹامی گن چلا کر کچھ لوگوں کو زخمی کر دیا ہے...... ہو سکتا ہے کہ وہ مر ہی گئے ہوں...... ہلو...... ہلو...... میں فریدی آف سی آئی بی بول رہا ہوں۔ میں تعاقب کر رہا ہوں...... اس جیپ کا۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد ڈیش بورڈ سے آواز آئی۔ "ہلو...... ہلو...... کرنل

فریدی پلیز...... فلائنگ سکواڈ روانہ کر دیا گیا ہے۔"

"شکریہ......!" فریدی بولا اور اس کی نظر ونڈ سکرین پر جمی رہی۔

ڈیش بورڈ سے پھر آواز آئی۔ "ہلو...... ہلو...... کرنل پلیز...... کیا آپ جیپ کا نمبر دیکھنے میں کامیاب ہو سکے ہیں۔"

"نہیں...... وہ بہت فاصلے پر ہے...... میں اس کی پوزیشن سے مطلع کرتا رہوں گا۔" فریدی نے جواب دیا۔

"شکریہ جناب......!"

یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ اسے ان راستوں سے گزرنا پڑا جہاں ٹریفک سگنل نہیں تھے۔ ہو سکتا تھا جیپ والے دیدہ دانستہ ان راستوں کو نظر انداز کر رہے ہوں۔

جلد ہی وہ ایک ویران سڑک پر مڑ گئی جو شہر سے باہر جاتی تھی۔ فریدی نے ٹرانسمیٹر پر ہیڈ کوارٹر کو اس سچویشن کی بھی اطلاع دی۔

اب جیپ کی رفتار پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو گئی تھی۔ فریدی کم از کم اتنا فاصلہ برقرار رکھنا چاہتا تھا کہ ٹامی گن کا شکار نہ ہو سکے۔

وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اسے ایسی جگہ لے جانا چاہتے ہیں جہاں سے اسے کوئی راہ فرار نہ مل سکے۔

دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ جیپ کی رفتار کم ہو گئی تھی۔ اس نے بھی ایکسیلیٹر پر دباؤ کم کر دیا۔ ان کی چال اچھی طرح سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ اسے زد پر لے کر فائرنگ کرنا چاہتے تھے۔ ہلکی سی مسکراہٹ فریدی کے ہونٹوں سے نمودار ہوئی اور اس نے اسٹیئرنگ کے قریب والے دروازے کے ہینڈل کے قریب لگے ہوئے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ دروازے ہی میں ایک خانہ ظاہر ہوا جس میں ہاتھ ڈال کر اس نے ٹامی گن نکالی اور اسے گود میں رکھ کر اس طرح ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ کوئی چہیتا کتے کا پلا ہو۔ اس وقت عجیب سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر تھی۔ اس مسکراہٹ میں طنز بھی تھا، حقارت بھی تھی اور سفاکی بھی۔

جیپ دفعتاً اس طرح رکی جیسے اچانک کوئی سامنے آ گیا ہو۔ پورے بریک لگے تھے۔ مشینی طور پر فریدی نے بھی پورے بریک لگائے اور گاڑی کا دروازہ کھول کر ٹامی گن سمیت ڈھلان میں چھلانگ لگادی۔

فوراً ہی دوسری طرف سے ٹامی گن کی تڑتڑاہٹ سنائی دینے لگی۔ ڈھلان میں گھنی جھاڑیاں تھیں جن کی بناء پر فریدی زیادہ دور تک نہیں پھسلا تھا۔ ورنہ یہ چھلانگ اُسے ڈھلان کے اختتام ہی تک لے جاتی۔

وہ جلد سے جلد کسی مناسب سی جگہ مورچہ سنبھال لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ اگر وہ خود ادھر آ نکلتے تو بچاؤ بے حد مشکل ہو جاتا۔ وہ انہیں سڑک پر ہی روکے رکھنا چاہتا تھا۔

شاید وہ لوگ بھی خائف تھے کیونکہ انہوں نے جیپ کی اوٹ ہی میں پوزیشن لے لی تھی اور ڈھلان کی طرف آنے کی ہمت نہیں کی تھی۔

اب فریدی ایک تناور درخت کی اوٹ میں پہنچ کر اس مقام کو بخوبی دیکھ سکتا تھا جہاں سے فائرنگ ہو رہی تھی۔

جیپ کے نیچے سے دوسری جانب ایک متحرک جسم نظر آیا اور فریدی کی ٹامی گن تھوڑی سی گولیاں اگل کر خاموش ہو گئی۔ سناٹے میں ایک وحشت ناک چیخ دور تک گونجتی چلی گئی اور پھر دوسری طرف بھی سناٹا چھا گیا۔

فریدی نے جہاں سے فائرنگ کی تھی اب وہاں نہیں تھا۔ تیزی سے جگہ تبدیل کی تھی۔

اس نے جیپ میں دو آدمی دیکھے تھے ایک تو یقینی طور پر زخمی ہوا تھا یا مر گیا تھا لیکن دوسرا۔

یک بیک اس کی ٹامی گن سے کچھ گولیاں نکلیں اور جیپ کے چاروں ٹائر بیکار ہو گئے۔

ساتھ ہی اُسے اپنی گاڑی کا بھی خیال آیا...... کہیں دوسرا آدمی اُسے نہ لے اڑے۔ کنجی بھی اگنیشن ہی میں رہ گئی تھی۔

وہ اپنی گاڑی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جاگتے ہوئے ذہن نے صحیح رہنمائی کی تھی۔ اگر ایک پل کے لئے بھی چوک جاتا تو وہاں سے واپسی خود اس کے لئے مسئلہ بن جاتی۔

ایک آدمی سینے کے بل رینگتا ہوا اس کی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا اور ٹامی گن بھی اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ کچھ دور رینگنے کے بعد مڑ کر اسی جانب دیکھنے لگتا جہاں سے فریدی نے فائرنگ کی تھی۔

فریدی نے ٹریگر پر دباؤ ڈالا اور رینگنے والے سے تھوڑے ہی فاصلے پر گرد اڑ کر رہ گئی۔

"ٹامی گن دور پھینک دو...... ورنہ چھلنی کر دوں گا......" فریدی نے چیخ کر کہا۔

رینگنے والے کی ٹامی گن دوسرے لمحے میں دور جا گری اور وہ خود چاروں خانے چت لیٹ گیا۔

قتل یا خودکشی

اس کے دونوں ہاتھ ادھر اُدھر پھیلے ہوئے تھے اور وہ پلکیں جھپکائے بغیر آسمان کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

فریدی کی ٹامی گن کا رخ اس کے سینے کی طرف تھا۔

ٹھیک اسی وقت مخالف سمت سے فلائنگ اسکوئیڈ کی تین کاریں آتی دکھائی دیں۔ ان میں سے اگلی گاڑی کا سائرن چیخنے لگا تھا۔

فریدی نے بایاں ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔ تینوں گاڑیاں تھوڑے فاصلے پر لنکن کے قریب رک گئیں۔ مسلح کانسٹیبل نیچے اتر آئے۔

سڑک پر چت پڑے ہوئے آدمی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر وہ جیپ کے قریب والے آدمی کی طرف متوجہ ہوئے۔

وہ بے ہوش تھا...... دونوں رانوں کی ہڈیاں چور چور ہو گئی تھیں۔

فلائنگ اسکوئیڈ کے کمانڈر نے فریدی کو بتایا کہ تھرٹین اسٹریٹ والی کار کے قریب دو لاشیں ملی ہیں جن کے سینے چھلنی تھے۔ ان میں سے جو مرد تھا سڑک پر گرا تھا...... اور

عورت آدھے دھڑ سے کار کی کھڑکی کے باہر لٹکی ہوئی تھی۔

بہر حال فریدی کا یہ خیال درست نکلا کہ وہ محض اُن ہی دونوں کی وجہ سے بچ گیا تھا۔ ورنہ حقیقتاً مرنا تو خود اسے چاہئے تھا۔

اور پھر جب کچھ دیر بعد ہیڈ کوارٹر میں حملہ آور سے پوچھ گچھ شروع ہوئی تو پوری بات کھل کر سامنے آئی۔

اس نے بتایا کہ وہ ریٹائرڈ فوجی ہے۔ اس کام پر آمادہ کرنے والے نے اس کے لئے ٹامی گن اور ایک جیپ مع ڈرائیور مہیا کی تھی۔ ڈرائیور کو اس نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا...... اس سے کہا گیا تھا کہ ایک گاڑی فریدی کی کار کا راستہ اس طرح روکے گی کہ ہو سکتا ہے ایکسیڈنٹ ہی ہو جائے۔ اس کے بعد اس کا کام ہو گا کہ وہ فریدی سمیت دوسری کار والوں کا بھی صفایا کر دے۔ لیکن وہ یہ نہ بتا سکا کہ اس نے فریدی سے پہلے ان ہی دونوں کو ختم کرنا کیوں مناسب سمجھا تھا۔ وہ اس کا جواب نہ دے سکا۔ اول تو اسے اس سلسلے میں کوئی واضح ہدایت نہیں ملی تھی کہ حملے کی پہل کس سے کرے دوسرے وہ خود فوری طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔

اور پھر جب اس نے اس کام پر اکسانے والے کا نام لیا تو سبھی متحیر رہ گئے۔ وہ ایک مشہور اور نیک نام ڈی۔ایس۔پی تھا۔ شہرت اس سلسلے میں رکھتا تھا کہ نہ صرف مجرد کی زندگی بسر کر رہا تھا بلکہ اپنی فقیرانہ زندگی کی بناء پر عوام میں مقبول بھی تھا۔ حاضرین کو اپنی سماعت پر یقین ہی نہ آسکا۔ لیکن فریدی کے ہونٹوں پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ دیکھی گئی۔

"اب کیا خیال ہے۔" اس نے ایس۔پی ہومی سائیڈ سے پوچھا۔

"سمجھ میں نہیں آتا...... اس سلسلے میں بیراگی صاحب کا نام......" وہ مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

"دیکھنا تو پڑے گا......" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

ایس۔پی ہومی سائیڈ نے فون پر نمبر ڈائیل کر کے کسی کو مخاطب کیا اور شاید جواب سن

کر کسی قدر متحیر بھی ہوا۔ ریسیور رکھ کر فریدی سے بولا۔ "وہ اپنی سیٹ پر موجود نہیں ہیں۔"

"گھر کے نمبر معلوم کیجئے۔" فریدی نے کہا۔

گھر کے نمبر اس نے دوبارہ فون کر کے کسی سے معلوم کئے تھے۔ انہیں بھی آزمایا۔ لیکن جواب نہ ملا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی لیکن شاید ریسیور اٹھانے والا کوئی نہ تھا۔

"کیا خیال ہے۔" فریدی نے کہا۔ "میری دانست میں تو ہمیں خود ہی ان کے بنگلے تک چلنا چاہئے۔"

"کک...... کیا آپ کسی خاص نتیجے پر پہنچے ہیں۔"

"ہاں...... آں...... میرا خیال ہے کہ مسٹر بیراگی کا قتل ہمیں خودکشی ہی کی شکل میں ملے گا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"ہمیں دیر نہ کرنی چاہئے۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

فلائنگ اسکوڈ کی گاڑیاں ایک بار پھر حرکت میں آگئیں۔

ڈی۔ ایس۔ پی جو اپنے نام کے ساتھ بیراگی بھی استعمال کرتا تھا صرف اسی نام سے مشہور تھا۔ رہائش ایک چھوٹے سے صاف ستھرے بنگلے میں تھی۔ بالکل تنہا رہتا تھا۔ حد یہ ہے کہ سرکاری اردلی تک نہیں رکھتا تھا۔ اردلی کو حکم تھا کہ اپنے گھر پر پڑا عیش کیا کرے اور تنخواہ سرکاری خزانے سے وصول کرے۔ اپنے سارے کام خود اپنے ہاتھوں انجام دیتا تھا۔

بنگلے کا آمد و رفت والا دروازہ کھلا ہوا ملا۔ ایس۔ پی نے کال بل کا بٹن دبایا لیکن جواب ندارد۔ کچھ دیر انتظار کر کے وہ بالآخر بنگلے میں داخل ہو گئے۔

بنگلہ تین کمروں پر مشتمل تھا۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر ایس۔ پی نے اسے بلند آواز میں پکارا۔ لیکن بازگشت کے علاوہ اور کچھ نہ سن سکا۔

اور پھر بیڈ روم میں بیراگی کی لاش چھت سے لٹکتی ہوئی نظر آئی۔ گلے میں رسی کا پھندا پڑا ہوا تھا اور رسی کا دوسرا سرا چھت کے کڑے سے بندھا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر تک وہاں قبرستان کا سا سناٹا طاری رہا۔ پھر ایس۔پی فریدی کی طرف مڑا جو فرش پر پڑے ہوئے سیلنگ فین کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"کرنل......!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ پیشین گوئی تھی یا آپ کو پہلے سے علم تھا۔"

"بیراگی جیسے لوگ بظاہر خود کو بے داغ رکھنا چاہتے ہیں اور ایسے حالات میں انہیں یہی کرنا پڑتا ہے۔"

"لیکن یہ خودکشی...... آپ نے کہا تھا کہ قتل خودکشی کے روپ میں پیش کیا جاسکتا ہے۔"

"یہی ہوا ہے...... یقین کیجئے...... بیراگی کو گلا گھونٹ کر مارنے کے بعد اس طرح لٹکا دیا گیا ہے۔"

"لیکن...... لیکن......؟"

"ادھر دیکھئے......" فریدی نے فرش پر پڑے ہوئے سیلنگ فین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "خودکشی کرنے والے آسان سے آسان طریقہ اختیار کرتے ہیں چھت سے سیلنگ فین اتارنا اور اس کی جگہ کڑے میں رسی باندھنا...... وقت چاہتا ہے کپتان صاحب...... جسے زہر میسر آسکے...... وہ رسی کے پھندے سے اجتناب ہی کرے گا۔ ذہنی یا جسمانی اذیتوں سے بچنے کے لئے ہی لوگ خودکشی کی طرف جاتے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں اس خواب گاہ میں خواب آور گولیوں کی کئی شیشیاں موجود ہیں، دو تو بالکل ہی نئی ہیں ان کی سیل تک نہیں توڑی گئی۔ یہ دو شیشیاں خودکشی کے لئے کافی نہ ہوتیں۔"

"لیکن ضروری نہیں کہ اس تک قانون کا ہاتھ پہنچنے سے پہلے ہی خواب آور گولیاں کام کر جاتیں...... مضبوط اعصاب کے لوگوں پر یہ ذرا دیر سے اثر انداز ہوتی ہیں۔" ایس پی نے کہا۔

"اول تو مضبوط اعصاب کے لوگوں کو خواب آور گولیوں کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

دوسرے اگر وہ جلد سے جلد مرنا چاہتا ہے تو اس نے ڈرائنگ روم والی چھت کے کڑے کو کیوں نہیں استعمال کیا۔ ڈرائنگ روم میں چھت کے پنکھے کی بجائے پیڈسٹل فین استعمال ہوتا تھا۔ کڑا بالکل خالی تھا...... یہاں دراصل قاتل یا قاتلوں نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ جہاں اسے گلا گھونٹ مارا...... وہیں خودکشی کا منظر بھی ترتیب دے دیا۔ ہو سکتا ہے وہ بنگلے میں پہلی بار آئے ہوں۔ بیراگی کو چھت سے پنکھا اتارنے سے قبل ڈرائنگ روم کا خالی کڑا ضرور یاد آتا...... اور وہ پنکھا اتار کر خودکشی کرنے کی حماقت کبھی نہ کرتا۔

ایس پی کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ پھر اگر وہ قتل ہے تو اس کا مطلب ہوا کہ بیراگی بھی درمیانی آدمی ہے۔"

"صرف یہی نہیں بلکہ درمیانی آدمی کا خاتمہ اصل مجرم کو تاریکی میں رکھنے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ پھر اس نے یک بیک چونک کر کہا۔ "وہ کار اور دونوں لاشیں ان کے لئے آپ نے کیا کیا؟"

لاشیں ابھی تک شناخت نہیں ہو سکیں۔ گاڑی پر نصیر آباد کی نمبر پلیٹ ہے۔ نصیر آباد سے فون پر رابطہ کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس نمبر کی گاڑی وہاں سے پچھلی رات کو چوری ہوئی تھی۔ میں نے گاڑی کے مالک کو یہاں طلب کیا ہے۔

پھر ایس پی نے اپنے ساتھیوں سے مڑ کر کہا۔ "یہاں کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا جائے۔"

"اب مجھے اجازت دیجئے۔" فریدی نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھہریئے کرنل۔" وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔ "اگر یہ قتل ہی ہے تو آپ خطرے میں ہیں۔"

"میں ہر وقت خطرے میں رہتا ہوں۔" فریدی مسکرایا۔ "اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔"

حمید نے ایک بار پھر فون پر فریدی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی اور وہ مل ہی گیا۔

"میں کئی بار کوشش کر چکا ہوں۔" حمید نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اوہ اچھا...... میں آپ کو ایک اطلاع دینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ کوٹھی کی نگرانی ہو رہی ہے جس وقت میں روانہ ہوا تھا ایک آدمی...... آپ کو معلوم ہے...... اور تو پھر مجھے یہ اطلاع کسی دوسرے سے ملی تھی...... ہائیں...... آپ کو کیسے معلوم ہوا' اور تو کیا یہاں کوئی اور بھی موجود ہے۔ ارے وہی لڑکی ہے...... پچھلی رات والی.... وہ جس کے سکوٹر پر...... کیا......؟ جی نہیں ...... وہ کہہ رہی ہے کہ میں تمہارے چیف کے لئے تمہارے پیچھے لگی ہوں۔ آپ کی آنکھوں کے متعلق کچھ کہہ رہی تھی۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا؟ کمال کرتے ہیں آپ بھی...... کیسے پیچھا چھڑاؤں۔ وہ اس وقت بھی سامنے کھڑی اپنے مخصوص انداز میں مسکرا رہی ہے...... کیا؟ لاشیں...... اوہ...... لیکن وہ کیا کر سکے گی...... اگر وہ اس پر تیار نہ ہو تو...... اچھی بات ہے...... ٹھہریئے پوچھتا ہوں۔"

حمید ماؤتھ پیس کو ہتھیلی سے بند کر کے جولی وکٹر کی طرف مڑا۔

"میرا چیف کہتا ہے کہ وہاں دو لاشیں ملی ہیں...... اس کا خیال ہے کہ تم انہیں شناخت کر سکو گی۔"

"مم...... میں......!" وہ ہکلائی پھر ہنس کر بولی۔ "تم مذاق کر رہے ہو۔"

"نہیں...... یہ حقیقت ہے۔ یہ چیف کا خیال ہے کہ وہ دونوں غالباً وہاں آتے جاتے رہے ہوں گے جہاں سے لڑکی کا جنازہ اٹھا تھا۔"

"بھلا خواہ مخواہ خیال کیسے پیدا ہوا۔"

"مرد کی لاش کی شناخت مالک مکان مسٹر جیمز نے کی ہے۔ اس کے بیان کے مطابق وہ لڑکی کے شوہر کی لاش ہو سکتی ہے۔ اب تمہیں عورت کی لاش کی شناخت کرنی ہے؟"

"دونوں لاشیں ساتھ ملی ہیں۔" جولی نے پوچھا۔

"ہاں ایسا ہی ہوا ہے؟"

"لیکن میں اب شہر واپس نہیں جانا چاہتی۔"

”تمہیں بذریعہ سمن بھی لاش شناخت کے لئے طلب کیا جاسکتا ہے۔“

”کیا کسی دوسرے طریقے سے یہی کام نہیں لیا جاسکتا...... مثلاً جیمز......!“

”جیمز نے عورت کی لاش سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔“

”تو کوئی اور پڑوسی۔“

”میرے چیف کا خیال ہے کہ چونکہ تم اس کی ٹوہ میں رہتی تھیں اس لئے تم نے خصوصیت سے وہاں آنے والی عورتوں پر نظر رکھی ہوگی۔“

”کیا بات ہوئی؟ بھلا عورتوں ہی پر خصوصیت سے کیوں نظر رکھی ہوگی۔“

”کیونکہ تم لڑکوں کی بجائے لڑکیوں سے محبت کرتی ہو۔ یہ بھی میرے چیف ہی کا خیال ہے ورنہ میں اتنا بھی ناامید نہیں تمہاری طرف سے۔“

”تم بھی اُلو ہو...... اور تمہارا چیف بھی۔“ وہ کسی قدر جھینپ کر بولی۔

حمید نے پہلی بار اُسے جھینپتے دیکھا تھا۔

”میرا چیف ہو سکتا ہے۔“ حمید نے سر ہلا کر کہا۔ ”کیونکہ وہ کسی سے بھی محبت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔“

”میں نہیں جاسکتی...... اور تم یہ کیا بکواس کر رہے تھے کہ میں اس کے لئے تمہارے پیچھے لگی تھی۔“

”تم نے کہا تھا...... یا یہ غلط ہے۔“

”میں تمہارے لئے تمہارے پیچھے لگی ہوں۔“ وہ اس کے چہرے کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔ ”کیونکہ تمہاری شکل الہڑ لڑکیوں سی ہے۔“

حمید نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا کر کہا۔ ”سنا آپ نے...... چونکہ میری شکل الہڑ لڑکیوں کی سی ہے اس لئے وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔ خدا کی قسم...... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔ آپ کے بارے میں اس نے جو کچھ کہا قطعی غلط ہے...... کیا؟ کیوں؟ ارے باپ رے؟ ہاں؟ ہاں؟ نہیں...... ہوں...... اچھی بات ہے“ وہ ریسیور رکھ کر مڑا اور تھوڑی

دیر تک اسے غور سے دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔ "اب مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گی۔"

ساتھ ہی پتلون کی جیب سے اعشاریہ دو پانچ کا پستول بھی نکل آیا۔

پستول کا رخ جولی کی طرف تھا اور حمید کہہ رہا تھا۔ "تم لوگ سمجھتے ہو کہ ہم اتنی آسانی سے مار لئے جائیں گے...... ہتھکڑیاں لگا کر یہاں سے شہر لے جاؤں گا۔"

"کک...... کیا مطلب......!" جولی اس کی سنجیدگی پر بوکھلا گئی۔

"بیٹھ جاؤ......!" حمید نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں......!" وہ ہنس پڑی۔ "تم مذاق کر رہے ہو۔"

"میں تمہیں گولی مار دینے کی حد تک سنجیدہ ہوں۔"

"کیا یہ پاگل پن نہیں ہے۔"

"دو آدمی ہماری کوٹھی کی نگرانی کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک تم تھیں۔ تم میرے پیچھے آئیں اور اُدھر جب میرا چیف باہر آیا تو اس پر قاتلانہ حملہ ہوا۔"

"نہیں......؟" وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا۔ اس پر ٹامی گن سے حملہ ہوا تھا۔ جس کار نے رستہ بلاک کیا تھا اس پر ایک عورت اور ایک مرد بیٹھے تھے۔ دونوں شکار ہو گئے۔ چیف اپنی پھرتی کی وجہ سے بچ گیا۔"

"زخمی بھی نہیں ہوا؟"

"نہیں......!"

جولی نے طویل سانس لی اور مسکراتی ہوئی بیٹھ گئی۔ پھر دفعتاً بولی۔ "اور وہ مرد اس لڑکی کے شوہر کی حیثیت سے شناخت کیا جا چکا ہے۔"

"ہاں...... مالک مکان نے اس کی لاش شناخت کی ہے۔"

"میں ضرور چلوں گی...... لیکن وعدہ کرو کہ مجھے اپنے ساتھ واپس لاؤ گے۔"

"میں تو یہاں سے ہل بھی نہیں سکتا۔"

"کیوں......؟"

"ڈیوٹی...... ڈیوٹی ہے...... یہاں ہمارا ایک آدمی موجود ہے...... وہ تمہیں لے جائے گا۔"

کچھ دیر بعد وہ اس پر رضامند ہو گئی۔ لیکن حمید اس سے یہ نہ معلوم کر سکا کہ وہ واپسی پر کیوں بضد ہے۔ چلتے چلتے کہہ گئی "میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

سارجنٹ رمیش یہاں حمید کی دیکھ بھال کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ وہی جولی کو اسی کے سکوٹر پر شہر لے گیا۔

حمید سوچتا رہا آخر کیا چکر ہے۔ کہانی ایک بے سر کی لاش سے شروع ہوئی تھی پھر وہ اس مکان تک پہنچے تھے جہاں سے جنازہ اٹھا تھا۔ پھر ایک سال کے مردے مسٹر بھٹی کے زندہ ہونے کی اطلاع ملی تھی۔ پھر چلا تھا راٹھور کا چکر...... اور اب یہ نیا حادثہ۔ ان دو مرنے والوں میں ایک لاش اس لڑکی کے شوہر کی حیثیت سے شناخت کی گئی تھی اور اب عورت کی لاش کی شناخت کے لئے فریدی نے جولی وکٹر کو طلب کیا تھا۔

جولی کے چلے جانے کے بعد تنہائی بُری طرح کھل رہی تھی۔ وہ سوچنے لگا کیا وہ پھر واپس آئے گی۔ یہ لڑکی ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ کیا وہ بھی مجرموں کے گروہ ہی سے تعلق رکھتی ہے۔

نو بجے رات کو اُسے اطلاع ملی کہ جولی صرف مرد کی لاش شناخت کر سکی ہے۔ اس سلسلے میں اس نے مالک مکان کی تائید کی ہے۔ عورت کو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ اطلاع رمیش نے دی تھی جو تنہا واپس آیا تھا۔ جولی وکٹر کے بارے میں وہ کچھ نہ بتا سکا۔

سنہری بوچھاڑ

ڈی۔ آئی۔ جی نے فریدی کو طلب تو کیا تھا لیکن اب خاموش بیٹھا اسے اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے گفتگو کے لئے نقطہ آغاز کی تلاش ہو۔ بالآخر کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "کیا تم مجھ سے

کھل کر گفتگو کرنا پسند کرو گے۔"

"یہ آپ کیا فرما رہے ہیں...... کھل کر گفتگو نہ کرنے کی جسارت کیسے کر سکتا ہوں۔"

"تم کسی بھی کیس کے سلسلے میں اس وقت تک کھل کر گفتگو نہیں کرتے جب تک کہ حالات کو پوری طرح اپنی گرفت میں نہ لے لو۔"

"اکثر میں نے اپنے اوہام تک گوش گزار کر دیئے ہیں۔"

"اس میں بھی کوئی مصلحت رہی ہوگی۔" ڈی۔ آئی۔ جی مسکرایا۔

"ایک گزارش میری بھی ہے۔"

"کہو......"

"حمید کو آپ نے براہِ راست کیوں طلب فرمایا تھا۔"

"اوہ...... وہ ایک ذاتی مسئلہ تھا۔"

"کیا اس کے خلاف کوئی اہم رپورٹ ملی ہے۔"

"نہیں بھئی...... دراصل ایک رشتے کے سلسلے میں اس کے ایک خاندان کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہیں۔ وہ ان لوگوں کو قریب سے جانتا ہے۔"

"اوہ......!"

"کیا وہ ابھی واپس نہیں آیا۔"

"جی نہیں...... میرا خیال ہے کہ جی۔ سی۔ ایچ سوسائٹی والے کیس کی کوئی کڑی ہاتھ آگئی ہے اور وہ مجھ سے مشورہ لئے بغیر الجھ گیا ہے۔"

"میں اس وقت دراصل اسی کیس کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"فرمایئے۔"

"آخر اس لاش کو اس طرح منظر عام لانے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے جس طرح انہوں نے اس کے سر اور ہاتھ پیر غائب کر دیئے تھے اسی طرح لاش کے ٹکڑے کر کے اسے بآسانی عمارت سے ہٹا سکتے تھے۔ پھر خود بھی غائب ہو جاتے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔"

"اس کیس میں سب سے زیادہ دلچسپ پوائنٹ یہی ہے۔"

"تم کس نتیجے پر پہنچے ہو۔"

"یقین فرمائیے...... یہی سوال میرے ذہن میں بھی موجود ہے۔ لیکن ابھی تک اس کا کوئی معقول جواب نہیں مل سکا۔"

"پھر تم ٹھیک اسی عمارت میں جا پہنچے ہو...... جہاں سے جنازہ اٹھایا گیا تھا اور دوسرے دن تم پر قاتلانہ حملہ ہوتا ہے۔ تم بچ جاتے ہو لیکن وہ دونوں مارے جاتے ہیں جنہوں نے تمہارا راستہ روکا تھا اور ان میں سے ایک جی۔ سی۔ ایچ سوسائٹی والی مقتولہ کا مبینہ شوہر ثابت ہوتا ہے۔"

وہ خاموش ہو کر کچھ دیر تک فریدی کے چہرے پر نظر جمائے رہا پھر بولا۔ "تم حملہ آوروں کا تعاقب کر کے ایک کو زخمی کر دیتے ہو اور دوسرا تمہارے ہی ہاتھوں گرفتار ہو جاتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ کسی نے تم پر حملہ کرایا تھا۔ تم اس آدمی کے لئے بھی فوری طور پر پیشین گوئی کر دیتے ہو کہ اب تک وہ بھی قتل کیا جا چکا ہو گا اور اس قتل کو خودکشی کا رنگ دینے کی کوشش بھی کی گئی ہو گی۔ اس طرح پولیس کی رسائی ڈی۔ ایس۔ پی بیراگی کی لاش تک ہوتی ہے۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ تمہاری پیشین گوئی سے مختلف کہانی نہیں سناتی۔ یہ سب کیا ہے......؟ مجھے بتاؤ۔"

"میں کیا عرض کروں...... بعض اوقات قیاس بھی حقیقت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اس قسم کی سازشیں کرتے ہیں انہیں پل پل کی خبر رہتی ہے۔ اسی اندازے کی بناء پر میں نے بیراگی کے قتل کی پیشین گوئی کی تھی۔"

"بہر حال تم نے بیراگی کو درمیانی آدمی سمجھ کر ہی پیشین گوئی کی ہو گی۔"

"جی ہاں...... میں جانتا تھا کہ بیراگی کو مجھ سے کوئی ذاتی پرخاش نہیں ہو سکتی۔"

"پھر وہ کون ہو سکتا ہے...... جس کیلئے وہ اس حد تک جانے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔"

"یہی تو دیکھنا ہے......" فریدی نے جواب دیا۔

"میں تمہارے اس جواب سے مطمئن نہیں ہوں۔" ڈی۔ آئی۔ جی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میں آپ کو بتاؤں بھی تو کیا...... خیر سنئے...... آپ کو وزارت اُمور خارجہ کا بھٹی یاد ہی ہو گا۔"

"وہ جس کی موت کی تفتیش کے سلسلے میں تم سوئٹزر لینڈ گئے تھے۔"

"جی ہاں...... وہی......!" فریدی نے کسی قدر اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔ "اُس کے جنازے کے سلسلے میں چھان بین کرتے وقت ایک حیرت انگیز چیز سامنے آئی۔ وہ تھی مسٹر بھٹی کی عدم آباد سے واپسی؟"

"کیا مطلب......؟" ڈی۔ آئی۔ جی چونک کر بولا۔

فریدی نے اسے اس کے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔ "بھٹی کی موت کی خبر چھپائی گئی تھی...... آج بھی بہت کم لوگ اس سے واقف ہیں۔"

"لیکن یہ تو سوچو کہ اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"کیا آپ کو علم ہے کہ بھٹی کی موت کی خبر عام کیوں نہیں ہوئی تھی۔"

"غالباً کوئی بین الاقوامی چکر تھا۔"

"میں آج آپ کو بتا رہا ہوں کہ یہ ایسی کوئی بات نہیں تھی...... یہ چیز انہیں باور کرائی گئی تھی جو بھٹی کی موت سے واقف تھے۔ ان سے کہا گیا تھا کہ وہ اس کی موت کا تذکرہ کسی سے نہ کریں۔ کیونکہ اس سے بعض بین الاقوامی پیچیدگیاں ہو سکتی ہیں۔"

"پھر کیا بات تھی......؟" ڈی۔ آئی۔ جی مضطربانہ انداز میں آگے جھک گیا۔

"بات...... میرا خیال ہے کہ ابھی میں اس سلسلے میں کچھ نہ بتا سکوں گا۔"

"کیوں......!"

"ایک بہت بڑے آفیسر کا نجی معاملہ ہے۔"

"اوہ...... سمجھ گیا......؟ تم وزارت اُمور خارجہ کے سیکریٹری کی درخواست پر بھیجے گئے تھے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ ڈی۔ آئی۔ جی کے چہرے پر کسی قدر جھنجھلاہٹ اور شرمندگی کے ملے جلے آثار تھے۔

حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔ تو ڈی۔ آئی۔ جی کے یہاں براہِ راست طلبی کا راٹھور والے واقعات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

یہ بات اُسے فون پر فریدی نے بتائی تھی۔ لیکن واپسی کے لئے کچھ نہیں کہا تھا۔ تو پھر اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ ویسے تارجام کا ہوٹل رووانو ایسی ہی جگہ تھی کہ جب تک سہولت ہو وہاں قیام کیا ہی جائے۔

پڑھی لکھی خوبصورت لڑکیاں سرو کرتی تھیں۔ رات کے کھانے کے اوقات میں فلور شو ہوتا تھا۔ کیبرے ڈنر کے لئے الگ انتظام تھا۔ اگر کوئی میز پر تنہائی محسوس کرتا تو اس کے لئے ساتھی کا انتظام بھی بطریق احسن ہو جاتا تھا۔

کچھ بھی ہو۔ اس نے سوچا اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ فریدی کی زندگی خطرے میں تھی۔ اسے راٹھور یاد آیا۔ کیا یہ حرکت اسی کی ہو سکتی ہے...... خون کھولنے لگا اپنی بے بسی یاد کر کے۔

کاؤنٹر پر حساب بے باق کر کے وہ سوٹ کیس سنبھالے ہوئے باہر آیا۔ گیراج سے کار نکالی اور شہر کی طرف چل پڑا۔ لیکن گھر جانے کا ارادہ نہیں تھا۔

شہر میں داخل ہونے سے پہلے وہ اپنے ریڈی میڈ میک اپ میں آ گیا۔ یعنی وہی دونوں اسپرنگ اپنی ناک کے نتھنوں میں رکھ لئے جن کے کھچاؤ سے ناک کی نوک کے ساتھ بالائی ہونٹ بھی کسی قدر اوپر اٹھ جاتا تھا اور سامنے کے دو دانت مستقل طور پر دکھائی دینے

لگتے تھے۔

پھر تاریک شیشوں کی عینک کا اضافہ تو گویا اس میک اپ کا فنشنگ ٹچ تھا۔ اب کون تھا جو حمید کو قریب سے بھی پہچان لیتا۔

یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن وہ ابھی تک فیصلہ نہ کر سکا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ شہر پہنچ کر ہی اس نے سوچا کہ اسے نیاگرا کی طرف جانا چاہئے۔ جہاں دوسری منزل کے کمرہ نمبر ۳۶ میں وہ اسی نام سے قیام کر سکے گا جو سپروائزر نے اس کے لئے منتخب کیا تھا۔

اس نے ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ کے قریب گاڑی روکی اور اتر کر بوتھ میں آیا۔ فون پر نیاگرا سے رابطہ قائم کر کے پروفیسر شرما سے وہ نام دریافت کیا جس کے لئے کمرہ بک کیا تھا۔

"شاہد پرویز......!" وہ سلسلہ منقطع کرتا ہوا بڑبڑایا۔ "نام تو اچھا خاصا ہے مگر فی الحال صورت ایسی نہیں ہے۔"

اس میک اپ کے بعد وہ آئینہ دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔

تو اب وہ شاہد پرویز تھا اور یہ تو اس نے نیاگرا کے اس کمرے میں پہنچنے کے بعد ہی سوچا تھا کہ آخر اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ سیدھا گھر چلا جاتا۔ لیکن چھٹی حس کو کیا کرتا جو کسی طرح بھی گھر کی جانب رغبت نہیں ہونے دیتی تھی۔

اس نے سوچا آخر وہ گھر کیوں نہیں جانا چاہتا۔ گھر کے بارے میں سوچتے ہوئے جولی وکٹر پھر یاد آئی اور وہ سوچنے لگا کیوں نہ اسے فون کیا جائے اس کے گھر کے فون نمبر وہ بھولا نہیں تھا۔

ہوٹل کے ایکسچینج سے رابطہ قائم کر کے نمبر بتایا۔ یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ دوسری طرف سے جولی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو...... کون ہے؟"

"پہچانو......!" حمید احمقانہ انداز میں مسکرایا۔ ناک سے اسپرنگ نکال لیے تھے اس لئے مسکرانے میں کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

"اوہ..... تم ہو..... کہاں سے بول رہے ہو۔"

"نیاگرہ کے کمرہ نمبر ۳۶...... دوسری منزل شاہد پرویز نام ہے۔"

"میں آرہی ہوں...... کہیں جانا مت......" آواز آئی اور فوراً ہی سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔

حمید ریسیور کریڈل میں رکھتے وقت سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی سے ایک کیس کی تفتیش کے دوران ملاقات ہوئی تھی۔ وہ خود ہی مل بیٹھی تھی۔ کیا یہ ضروری ہے کہ اس کا بھی ان واقعات سے کوئی تعلق ہو۔

"بالکل نہیں......!" وہ دل کو سمجھانے لگا۔ وہ ایک کھلنڈر سی لڑکی ہے۔ ایسی لڑکیاں اس کی منتظر نہیں رہتیں کہ کوئی کسی سے ان کا تعاقب کرائے۔ وہ خود ہی مل بیٹھتی ہیں۔ ہو سکتا ہے ہم دونوں میں سے کوئی اس کیلئے اتنا ہی پرکشش ثابت ہوا ہو کہ بے اختیار کھنچی چلی آئے۔

وہ کمرے میں ٹہلتا اور تمباکو پھونکتا رہا۔ آدھے گھنٹے میں کئی بار پائپ بھرا گیا تھا۔ ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد کسی نے دروازے پر دستک دی۔

حمید نے جھپٹ کر دروازہ کھول دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں بوکھلا کر پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ دروازے میں کھڑے ہوئے آدمی کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کا رخ بھی حمید ہی کی طرف رہا ہو گا۔ گٹھیلے جسم کا دراز قد آدمی تھا۔ عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہو گی۔ چہرے کی رنگت سے ظاہر ہوتا تھا کہ شدید قسم کی منشیات کا عادی ہے۔

"پیچھے ہٹو......!" وہ غرایا۔

حمید اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ ساتھ ہی وہ اندر آ گیا تھا۔ اس نے حمید ہی کی طرف رخ کیے ہوئے لات مار کر دروازہ بند کیا اور ریوالور والے ہاتھ کو وحشیانہ انداز میں جنبش دے کر بولا۔ "میں تمہیں جانتا ہوں...... تم محکمہ سراغ رسانی کے ایک آفیسر ہو۔ لیکن میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"خواہ مخواہ......!" حمید سر جھٹک کر بولا۔

"خواہ مخواہ نہیں...... میں نے آج تک بلاوجہ قتل نہیں کیا۔"

"میرے قتل کر دینے کی وجہ بھی جلد ہی بیان کرو۔ کیونکہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ ابھی ایک لڑکی یہاں آ رہی ہو گی۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ یہاں میری لاش دیکھے۔ اگر تم نے کوئی معقول وجہ بیان کر دی تو ہم یہاں سے کہیں اور چلے چلیں گے اور پھر تم مجھے قتل کر دینا۔"

"بلف کر رہے ہو۔" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔ "یہاں کوئی نہیں آئے گا۔"

"ارے یار تم وجہ بیان کرو...... شائد میں تمہاری غلط فہمی رفع کر سکوں۔ اس سے پہلے بھی کئی حضرات محض غلط فہمی کی وجہ سے چڑھ دوڑے ہیں اور پھر انہیں شرمندہ ہونا پڑا ہے۔"

"کیا آج کل تم جولی وکٹر کے ساتھ نہیں دیکھے جاتے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اس کے والد نہیں ہو۔" حمید نے ترشروئی سے کہا۔

"تو تمہیں اعتراف ہے......" وہ دانت پیس کر بولا۔

"ارے مجھے ڈر ہے کسی کا...... وہ خود ہی تو ملی تھی مجھ سے۔ میں نے کوشش نہیں کی تھی کہ وہ میری طرف متوجہ ہو...... اور پھر تم ہو کون۔"

جواب میں وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے دروازے کو دھکا دیا۔ بس پھر وہ دروازے کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ حمید نے نہ صرف اس کے ریوالور پر ہاتھ ڈال دیا بلکہ بائیں کنپٹی پر اس زور کا مکہ رسید کیا کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

اب ریوالور حمید کی گرفت میں تھا...... اور جولی وکٹر دروازے میں کھڑی متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہی تھی۔

دفعتاً اجنبی نے اس بات کی پرواہ کئے بغیر کہ خود نہتا ہو چکا ہے حمید پر چھلانگ لگائی۔ حمید یہاں گولی نہیں چلانا چاہتا تھا...... اور پھر بجلی کی طرح یہ خیال ذہن کے تاریک گوشوں سے ابھرا کہ ریوالور خالی معلوم ہوتا ہے۔

اب دونوں فرش پر آ رہے تھے۔ اچانک جولی وکٹر چیخی۔ "گیسپر...... گیسپر...... یہ کیا ہو رہا ہے...... الگ ہٹو...... ہٹ جاؤ...... ہٹو۔"

حمید نے محسوس کیا کہ گیسپر ڈھیلا پڑتا جارہا ہے۔ اس نے اسے دوسری طرف اچھال پھینکا اور خود تیزی سے اٹھ بیٹھا۔ گیسپر نے بھی اٹھنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ لیکن جولی ان کے درمیان آتی ہوئی دھاڑی۔ "یہ کیا ہورہا ہے...... تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

وہ کچھ نہ بولا۔ سر جھکائے کھڑا رہا۔

"تم میری...... ٹوہ میں رہتے ہو...... کیوں؟" وہ اس کا شانہ جھنجھوڑ کر بولی۔

اس نے سر اٹھا کر اس کے چہرے پر نظر ڈالی اور پھر پلکیں جھپکائیں۔

"خاموش کیوں ہو...... بولو" اس نے اسے پھر جھنجھوڑا۔

"مم...... میں...... ٹوہ...... میں...... نن...... نہیں تھا" وہ ہکلایا۔ "کسی نے مجھے فون پر اطلاع دی تھی کہ تم اس کے ساتھ ہو۔"

"کس نے اطلاع دی تھی۔"

"مم...... میں نہیں جانتا...... اس نے نام نہیں بتایا تھا۔"

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اتنے کمینے ہو۔ کیا میں اس سے شادی کرنے جارہی ہوں۔ جاؤ...... نکلو یہاں سے...... چلے جاؤ...... اب کبھی اس سے الجھنے کی کوشش نہ کرنا۔"

وہ سر جھکائے ہوئے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ حمید نے اُسے باہر نکلتے ہوئے دیکھا اور اس حیرت انگیز تبدیلی کے متعلق سوچتا رہا۔

جولی وکٹر نے دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا اور حمید کی طرف مڑ کر بولی۔ "مجھے افسوس ہے...... یہ گیسپر تھا...... مجھے شدت سے چاہتا ہے۔ میرا کزن بھی ہے۔ ڈیڈی اسے پسند نہیں کرتے۔ یہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ خطرناک قسم کا غنڈہ ہے۔ کثرت سے چرس پیتا ہے۔ خیر یہ تو کوئی ایسی بات نہیں۔ میں اس سے شادی کر لیتی...... لیکن تم نے ابھی دیکھا ہے۔"

"کیا دیکھا ہے......" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"دم دبا کر بھاگ گیا۔"

"پھر کیا کرتا......؟"

"ایک بھرپور ہاتھ میرے منہ پر رسید کرتا اور بال پکڑ کر گھسیٹتا ہوا یہاں سے لے جاتا۔ مجھے عاشق نہیں چاہئے...... مسٹر کیپٹن...... میں مرد چاہتی ہوں۔"

"مرد ہی خطرناک غنڈے ہوتے ہیں۔"

"نہیں...... مرد وہ ہے جو اپنی توہین کسی طرح بھی برداشت نہ کر سکے...... اس معاملے میں عورت، مرد، بیوی یا محبوبہ کی تخصیص نہ کرے...... کیا سمجھے۔"

"تو پھر یہاں کیوں آئی ہو۔"

"تمہاری زندگی تھی اس لئے قدرت کی طرف سے انتظام ہو گیا۔"

"اوہ...... کیا مجھے اتنا گیا گذرا سمجھتی ہو۔"

"کیا اس نے تمہیں ریوالور سے کور نہیں کر رکھا تھا...... اگر میں نہ آجاتی تو تمہیں اس پر حملہ کرنے کا موقع ہی نہ ملتا۔"

"اسے کس نے مطلع کیا ہو گا۔"

"ہو گا کوئی......!" جولی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"لیکن مجھے تو دیکھنا ہی پڑے گا کہ کون ہے۔"

"کیوں......؟"

"غالباً وہ گیسپر کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس قسم کی خبریں اُسے فوری طور پر اتنا مشتعل کر دیں گی کہ وہ قتل تک کر گذرے۔ ابھی کل ہی میرے چیف پر بھی قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے۔"

"ہاں اس نقطہ نظر سے تو سوچنا پڑے گا۔" جولی نے کہا اور اس کی آنکھوں سے گہرا تفکر مترشح ہونے لگا۔

"چلو ختم کرو...... تم اپنے ہی متعلق مجھے کچھ بتاؤ۔"

"اپنے بارے میں کیا بتاؤں۔"

"میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو۔"

"اوہ...... تو کیا میں تمہیں اچھی نہیں لگتی۔"

"ادھر دیکھو...... تمہارے علاوہ اور کسی کو یہ نہیں معلوم کہ میں یہاں شاہد پرویز کے نام سے مقیم ہوں۔"

"ہوں...... سمجھی۔" وہ سر ہلا کر بولی۔ "لیکن یہ تو سوچو ڈیئر کیپٹن کہ مجھے اس سے کیا فائدہ کہ میں خود ہی تم پر حملہ کراؤں اور پھر خود ہی بچانے بھی دوڑی آؤں۔"

"قطعی فائدہ ہے۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم الٹی کھوپڑی رکھتی ہو۔ اکثر فلموں میں تم نے دیکھا ہوگا کہ ہیروئن غنڈوں میں گھری ہوئی ہے کہ اچانک کسی طرف سے ہیرو نمودار ہو کر ٹوٹ پڑتا ہے ان پر۔ پھر تو ہیروئن کو اس سے محبت کرنی ہی پڑتی ہے۔"

"تو میں نے جناب کا دل جیتنے کے لئے یہ حرکت کی ہوگی۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔ "کبھی آئینے میں بھی دیکھی ہے لومڑی جیسی شکل۔"

"تو پھر بکو جلدی سے کیا بات تھی...... میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ میں...... ان لوگوں کے گروہ سے تعلق رکھتی ہوں جو تمہیں یا تمہارے چیف کو قتل کر دینا چاہتے ہیں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ اُسے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے کہی ہوئی بات کا وزن معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

دفعتاً جولی نے جھپٹ کر گیسپر کا ریوالور اٹھا لیا جو اس ہنگامے کے دوران حمید کے ہاتھ سے نکل کر ایک گوشے میں جا گرا تھا۔

"اب بتاؤ......!" وہ اس کا رخ حمید کی جانب کرتی ہوئی بولی۔

"ریوالور خالی ہے......!" حمید مسکرایا۔

"تمہارا خیال غلط ہے...... یہ دیکھو......!"

بے آواز ریوالور کی گولی نے میز پر رکھے ہوئے بلوری ایش ٹرے کے ہزاروں ٹکڑے کر دیئے۔

حمید خاموش ہو گیا۔ جولی مسکرا کر بولی۔ ”تم سمجھے تھے شاید گیسپر نے ریوالور کی پرواہ نہ کر کے تم پر اس لئے چھلانگ لگائی تھی کہ وہ خالی تھا...... شش...... وہ ایسا ہی بے جگر ہے...... جب اس پر خون سوار ہوتا ہے تو عقل اس سے دور بھاگتی ہے...... یہ لو۔“

اس نے ریوالور حمید کی طرف اچھال دیا۔

فریدی بہت غور سے اس کی کہانی سن رہا تھا۔ اس کے خاموش ہوتے ہی بولا۔ ”پھر کیا ہوا۔“

”ریوالور میری طرف اچھال کر غصے میں بھری ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی۔“ حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”میں جہاں تھا وہیں رہا...... پھر بڑی دیر بعد اپنے اعصاب پر قابو پا سکا تھا۔ وہ جا چکی تھی...... میں نے نیاگرا کی پوری عمارت چھان ماری۔ دیکھنا یہ ہے کہ گیسپر کو فون پر اطلاع کس نے دی تھی۔“

”ظاہر ہے کہ وہ یا تو سپروائزر ہو سکتا ہے یا پھر وہ لوگ جو تمہیں اس رات نیاگرا میں چھوڑ گئے تھے۔“

”راٹھور......!“ حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

”کوئی بھی ہو سکتا ہے...... لیکن وہ جولی اور گیسپر سے اچھی طرح واقف ہے۔“

”آپ کیا کر رہے ہیں۔“

”عنقریب ایک بڑا کھیل دیکھو گے۔“ فریدی مسکرایا۔

”کیا یہ کوئی ایسا ہی اہم معاملہ ہو سکتا ہے کہ ہم دونوں کو ختم کر دینے کی ضرورت محسوس کی جائے۔“

”کیوں نہیں...... خود سوچو...... میں نے بھٹی کی لاش نہیں دیکھی تھی اسے وہیں دفن کر دیا گیا تھا اور میں تدفین کے بعد سوئٹزرلینڈ پہنچا تھا۔ بہر حال اب وہی بھٹی یہاں زندہ

دیکھا جارہا ہے اور ایک صاحب ایسے بھی ہیں جو تم پر کوئی نشلی دوا استعمال کر کے تم سے دن بھر کی رپورٹ حاصل کر لیتے ہیں۔"

"اور یہ کہانی اس بے سروپا لاش سے شروع ہوئی تھی۔" حمید نے کہا۔

"ہاں...... آں...... اسی کے توسط سے تو بھٹی زندہ ہوا ہے۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ بھٹی کے سلسلے میں آپ نے سوئٹزر لینڈ میں کیا کیا تھا۔"

"صبر کی علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔"

"آپ کو وہاں بھیجنے کا مقصد کیا تھا۔"

فریدی جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ ریسیور اٹھا کر وہ کچھ کہنے ہی والا تھا اور پھر "ٹھیک ہے" کہہ کر ریسیور رکھ دیا تھا۔

"مقصد......!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "تم مجھ سے یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ جولی وکٹر تمہارے پیچھے کیوں پڑ گئی ہے۔"

بھلا یہ میں آپ سے کیوں پوچھنے لگا۔"

"یہ بھی معقول بات ہے۔" فریدی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

حمید تھوڑی دیر تک خاموشی سے پائپ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا پھر بولا۔

"تو بھٹی...... راٹھور کے ہٹ میں مرا تھا۔"

"ہاں...... اُسے الیکٹرک شاٹ لگا تھا۔ راٹھور کا بیان ہے کہ وہ اس وقت اپنے ہٹ میں موجود نہیں تھا۔ بھٹی بحیثیت مہمان وہاں مقیم تھا۔"

"کسی سرکاری کام سے وہاں گیا تھا۔"

"نہیں وہ چھٹی پر تھا۔"

"پھر آپ کے بھیجے جانے کی وجہ سمجھ نہیں آتی۔"

فون کی گھنٹی پھر بجی اور فریدی اُسے جواب دینے کی بجائے فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس بار بھی اس نے پہلے ہی کی طرح خاموشی سے کال ریسیو کی اور سلسلہ منقطع کرنے سے

پہلے صرف اتنا ہی کہا کہ "اُسے جلد از جلد حالات سے مطلع کیا جائے۔"

حمید کی الجھن بڑھتی جارہی تھی اور سوالات کا ایک ریلا تھا جو ذہن کے تاریک گوشوں سے اُبھر کر شعور میں ہلچل مچائے ہوئے تھا۔

دفعتاً اس نے فریدی کو عجیب نظروں سے گھورنا شروع کیا۔

"خیریت......!" فریدی مسکرایا۔

"وہ لڑکی......!" حمید انگلی اٹھا کر بولا۔ "اس لڑکی کے بارے میں تو پوچھ کر ہی رہوں گا جسے آپ راٹھور کے ہٹ سے اٹھالے گئے تھے۔ مم...... میرا مطلب ہے کک کیوں اٹھالے گئے تھے۔ لفظ اٹھالے جانا ہی میرے لئے بے حد ہیجان انگیز ہے...... اس لئے مم...... میری ہکلاہٹ کو معاف...... فف...... فرمائیے گا۔"

"وہ بھٹی کی محبوبہ تھی۔"

"اوہ...... تو مردے کا مال سمجھ کر اٹھا کر لے گئے تھے۔ استغفراللہ۔"

فریدی مسکراتا رہا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "وہ بھی حادثہ کے وقت ہٹ میں موجود نہیں تھی۔"

"تو اس سے پوچھ گچھ کرنے کے لئے اٹھالے گئے ہوں گے۔"

"لفظ اٹھالے جانا سچ مچ تمہارے لئے کافی لذت انگیز ثابت ہو رہا ہے۔" فریدی خشک لہجے میں بولا اور کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک تصویر نکال کر حمید کے سامنے ڈال دی۔

"کیا یہی تھی۔" حمید نے بے ساختہ پوچھا۔ فریدی نے اثبات میں سر کو جنبش دی اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ حمید تصویر کا جائزہ لیتا رہا۔ وہ نازک خدوخال والی ایک صحت مند لڑکی تھی۔

"جولی وکٹر اور اس کے پڑوسی تصویر کو شناخت کر چکے ہیں۔" فریدی کھڑکی سے نظر ہٹائے بغیر بولا۔

"اوہ......!" حمید اچھل پڑا۔ "تو وہ بے سروپا لاش اس کی تھی۔"

"قطعی طور پر یہی کہا جا سکتا ہے۔"

"لیکن...... لیکن...... آپ کو اچانک اسی کا خیال کیسے آیا۔"

"اس مکان میں جہاں سے جنازہ اٹھا تھا...... انگلیوں کے نشانات کی تلاش کی مہم کے دوران میں اس کی انگلیوں کے نشانات بھی ملے تھے۔"

"تو کیا تصویر ہی کے ساتھ اس کی انگلیوں کے نشانات بھی آپ کے ریکارڈ میں موجود تھے۔"

"یقیناً...... ورنہ اتنی جلدی اس نتیجے پر کیسے پہنچتا۔" فریدی سگار کا گوشہ توڑتا ہوا بولا۔ "اور تمہیں یہ معلوم کر کے مزید حیرت ہو گی کہ اس لڑکی کا تعلق دنیا کی خطرناک ترین تنظیم مافیا سے بھی تھا۔"

"تب تو آپ نے سوئٹزر لینڈ سے واپسی کے بعد بھی اس پر نظر رکھنے کی کوشش کی ہو گی۔"

"میں ایسا نہیں کر سکا تھا۔ کیونکہ وہ سوئٹزر لینڈ میں ہی مجھے جل دے کر غائب ہو گئی تھی۔ میں اسے راٹھور کے ہٹ سے زبردستی لے گیا تھا۔ ایک خاص معاملے کے متعلق اس سے پوچھ گچھ کرنی تھی لیکن بالآخر وہ میرے ہاتھ سے نکل گئی اور میں اپنے مقصد میں ناکام رہا۔"

"کس معاملے میں پوچھ گچھ کرنی تھی۔"

"مجھے افسوس ہے حمید صاحب۔ اس معاملہ میں اس وقت تک کچھ نہ بتا سکوں گا جب تک صاحب معاملہ اس کی اجازت نہ دے۔"

"اچھا...... اچھا......!" حمید نے سر ہلایا اور بولا۔ "ایک بات اور...... کیا اس لڑکی سے بھی بھٹی کی موت چھپائی گئی تھی۔"

"یقیناً......!"

"مجھے حیرت ہے۔ بھٹی کوئی اہم سرکاری خدمت بھی انجام نہیں دے رہا تھا۔ چھٹی پر

تھااس کے باوجود بھی آج تک سرکاری کاغذات میں زندہ ہے اور اس کی تنخواہ بھی لگ رہی ہے...... دوسری طرف آپ کہتے ہیں کہ یہ ایک بڑے آفیسر کا نجی معاملہ ہے۔ مجھے بتایئے کیا یہ جرم نہیں ہے۔ اس بڑے آفیسر کو کب یہ حق پہنچتا ہے کہ......!"

"میری بات سنو" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "بھٹی کی موت وقتی طور پر چھپائی گئی تھی۔ اس کے بعد اسے سرکاری کاغذات میں زندہ رکھنے کی ذمہ داری صرف مجھ پر ہے۔ میرے مشورے پر ایسا کیا گیا ہے۔"

"پہلے تو آپ نے کہا تھا کہ بھٹی کی موت کی خبر پھیلنے پر بعض بین الاقوامی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔"

"اس وقت میں بحث کے موڈ میں نہیں تھا۔"

"جہنم میں جائیے۔" حمید گردن جھٹک کر بولا۔ "میں بھی اس وقت بحث کے موڈ میں نہیں ہوں۔ یہ بتایئے کہ آپ گیسپر کے لئے کیا کر رہے ہیں۔"

"اب اس کی نگرانی بھی کی جائے گی۔"

ڈی۔ایس۔پی بیراگی کی حیرت انگیز موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی تھی۔ اخبارات نے تفصیل کے ساتھ واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے خیال ظاہر کیا تھا کہ یہ سب کچھ کسی بین الاقوامی گروہ کی سازشوں کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ دشمن ممالک کے جاسوس عرصہ سے کوشش کر رہے ہیں کہ محکمہ سراغ رسانی کے بین الاقوامی شہرت رکھنے والے ایک آفیسر کو اپنے راستے سے ہٹادیں۔ ڈی۔ایس۔پی بیراگی غالباً انہیں کا ایجنٹ تھا۔ سازش ناکام رہی۔ اس لئے اس کے پشت پناہوں نے اسے بھی ختم کر کے خودکشی اسٹیج کر ڈالی۔ انہیں خدشہ تھا کہ بیراگی ان کی نشاندہی کردے گا۔ خیال ہے کہ آفیسر مذکور کو سازش کا علم ہو گیا تھا۔ ورنہ وہ بیراگی کی موت کی پیشین گوئی کیسے کر سکتا۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی

یہی کہتی ہے کہ بیراگی کی موت رسی کے پھندے سے نہیں واقع ہوئی۔

دوسری طرف حمید سوچ رہا تھا کہ اگر یہ غیر ملکی جاسوسوں کی حرکت تھی تو اس کی پبلسٹی کیوں کی جارہی ہے۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ اس کے برعکس انہیں تو چپ چاپ ٹھکانے لگا دینے کی کوشش کی جاتی تھی۔

حمید نے یہی سوال فریدی سے کیا تھا؟ جواب ملا۔ "بے پر کی اڑاتے ہیں...... یہ لوگ بھی۔"

اس جواب پر بھنا کر خاموش ہو گیا تھا۔ پھر بات آگے نہیں بڑھی تھی اور حمید صرف جولی وکٹر کے متعلق سوچتا ہوا گھر سے رخصت ہو گیا تھا۔

کیا چیز ہے۔ ایسی پرکشش لڑکیاں شاذ و نادر ہی نظر سے گزری تھیں۔ ذہنی اعتبار سے بھی عجیب ہی تھی۔ حمید سوچ رہا تھا اگر اس کی بکواس پر یقین کر لیا جائے تو وہ کھلی ہوئی مساکی ذہنیت کی حامل تھی۔ اسے رام گڑھ کی تارا یاد آئی جو اپنے وحشیانہ قتل کے تصور سے بھی لطف اندوز ہوا کرتی تھی۔

کچھ دیر بعد اس نے ایک پبلک فون بوتھ سے جولی وکٹر کو متوجہ کرنا چاہا۔ لیکن دوسری طرف سے غراتی ہوئی آواز سن کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

"اب کیا کرے۔ اس وقت تنہا نہیں رہنا چاہتا تھا۔ ساتھی کی تلاش تھی اپنے محکمے یا پیشے کے متعلق کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔"

بہر حال وہ اسی طرح بور ہوتا ہوا کیفے نوروز آپہنچا۔ یہاں کاؤنٹر کلرک ایک لڑکی تھی۔ اس پر نظر پڑتے ہی حمید نے سوچا کہ اسے تو لڑکی کے بجائے "چشمی" کہنا چاہئے۔ آخر کس بناء پر لڑکی کہتا جب کہ اس کے جسم میں بڑی بڑی آنکھوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ خاص انداز میں لگایا ہوا کاجل ان کی جسامت کچھ اور بڑھا کر انہیں پورے جسم پر حاوی کر دیتا تھا۔

"چشمی صاحبہ۔" اس نے کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر کہا۔ "ذرا ٹیلی فون ڈائریکٹری عنایت کیجئے۔"

”میرا نام شمی ہے۔“ لڑکی ناخوشگوار لہجے میں بولی اور ڈائریکٹری اس کی طرف سرکاتی ہوئی رجسٹر پر جھک پڑی۔

”صرف چ کے اضافہ سے آپ بالکل واضح ہو جاتی ہیں۔“ حمید نے آہستہ سے کہا۔

”جی......!“ لڑکی نے تیکھی نظروں سے دیکھا۔

”میں اپنی غلط فہمی پر نادم ہوں محترمہ۔“ حمید نے نہایت ادب سے کہا۔

”نہیں پہلے کیا کہا تھا۔“ وہ تیز لہجے میں بولی۔

”یہی کہ میری یاد داشت اب قابل اعتماد نہیں رہی...... شمی میں چ کا اضافہ اس کی دلیل ہے۔“

”میں بے وقوف نہیں ہوں مسٹر۔“ اس نے ڈائریکٹری اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

”ٹیلی فون خراب ہے...... لائن ڈیڈ ہو گئی ہے۔“

”مجھے کال نہیں کرنی...... صرف ایک نمبر کی تلاش ہے۔“

”تعارف حاصل کرنے کا گھٹیا طریقہ۔“

”خدا تمہیں تندرستی عطا کرے۔“ حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور دروازے کیطرف مڑ گیا۔

باہر نکلتے نکلتے ایک آدمی اس طرح اس کے پہلو سے رگڑتا ہوا گزرا کہ بے اختیار تاؤ آ گیا۔ لیکن پھر سنبھل جانا پڑا۔ مخصوص قسم کا اشارہ تھا۔ اس نے اپنے کوٹ کی جیب پر مخصوص قسم کا دباؤ محسوس کیا تھا۔ مڑ کر دیکھے بغیر وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس طرح دھکا دے کر گزرنے والے نے کوئی چیز اس کی جیب میں ڈالی تھی۔

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹٹولا۔ کاغذ کا ایک ٹکڑا تھا۔ اس نے اسے جیب ہی میں پڑا رہنے دیا اور خود آگے بڑھتا چلا گیا۔

لیکن اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی ایسے طریقے کب اختیار کرتا ہے۔

گاڑی اسی کیفے کے سامنے چھوڑ کر وہ دوسری سڑک پر آیا اور ہوٹل ڈی فرانس کے ہال

میں داخل ہوتے ہی سیدھے باتھ روم کا رخ کیا۔

پرچہ جیب سے نکال کر پڑھتے وقت باقاعدہ طور پر سانس پھول رہی تھی۔ لکھا تھا۔
"عمل نمبر گیارہ...... وزیر صنعت و تجارت کی کوٹھی...... نو بجے رات۔"

اس نے پرچہ پھاڑ کر گولی سی بنائی اور اُسے فلش میں ڈال کر بہا دیا۔ اس قسم کی پیغام رسانی کا مطلب یہ تھا کہ فریدی نے اس کے گھر چھوڑ دینے کے بعد ہی کوئی اہم فیصلہ کیا تھا اور یہ کہ خود حمید کی نگرانی بھی اس کے محکمے ہی کے آدمی کرتے رہے تھے۔ اس قسم کی پیغام رسانی اسی وقت ہوتی تھی جب شبہ ہو کہ خود مجرم سراغ رساں کی ٹوہ میں ہوں گے۔

شاذ و نادر ہی اس کی نوبت آتی تھی۔ لیکن ایسے مواقع پر انہیں ہمیشہ موت کے جبڑوں میں ہاتھ دے دینا پڑتا تھا۔

اس نے ہوٹل ڈی فرانس میں کافی پی اور بیٹھا سوچتا رہا کہ ابھی تو دو گھنٹے باقی ہیں۔ دیکھا جائے گا...... ویسے اب اسے بہت زیادہ محتاط رہنا تھا...... دیکھنا تھا کہ اس کی نگرانی تو نہیں ہو رہی۔ اصول کے مطابق اس تک اس پیغام کے پہنچنے کے بعد سے محکمے کے آدمیوں نے اس کی دیکھ بھال بند کر دی ہو گی تاکہ وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو سکے۔ یعنی نامعلوم تعاقب کرنے والوں کو محکمے سے متعلق سمجھ کر دھوکا نہ کھا سکے۔

ساڑھے سات بجے وہ ہوٹل ڈی فرانس سے اٹھا اپنی گاڑی وہیں رہنے دی جہاں چھوڑی تھی اور عمل نمبر گیارہ کی تکمیل کے لئے پیدل ہی چل پڑا۔

عمل نمبر گیارہ کا مطلب تھا ایک مخصوص ٹھکانے پر میک اپ کر کے بتائی ہوئی جگہ کے لئے روانگی۔ شہر میں بہتیرے ایسے ٹھکانے تھے۔ ان میں سے اکثر کی کنجیاں حمید کے پاس رہتی تھیں۔ وہ ان میں سے کسی ایک جگہ پہنچ کر میک اپ کر سکتا لیکن اس عمل نمبر گیارہ کا سب سے مشکل مرحلہ تھا کسی عمارت میں چوروں کی طرح داخل ہونا۔

ایسے میں اگر اچانک صاحب خانہ سے ملاقات ہو جائے تو فوری طور پر "السلام علیکم" ہی آڑے سکتا ہے۔ وہ کم از کم "وعلیکم السلام" کے بعد ہی کسی قسم کی کاروائی کے امکانات کا جائزہ

لے گا۔

لیکن کوئی نہیں جانتا کہ مالک مکان کے علاوہ کتے کتنے ہوں گے۔ کتے جو سلام ریسیو کرنے سے پہلے ہی مزاج پرسی کر بیٹھتے ہیں اور پھر یہاں تو وزیر تجارت و صنعت کی کوٹھی کا معاملہ تھا۔ دو عدد مسلح سنتریوں کی خوفناک شکلیں بھی آنکھوں میں پھر گئیں۔ سنتری آزاد علاقے سے تعلق رکھتے تھے اور پہلی ہی آواز پر جواب نہ ملنے پر گولی مار دینا ہی ان کی سب سے بڑی خصوصیت تھی۔

حمید نے طویل سانس لی اور آہستہ آہستہ چلتا رہا۔

کئی ایسی گلیوں میں گھسا جہاں اس کا اندازہ بخوبی ہو سکتا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے یا نہیں۔

منزل مقصود تک پہنچتے پہنچتے وہ بالکل مطمئن ہو گیا کہ اس کا تعاقب نہیں کیا گیا۔ لیکن سب سے بڑا سوال تو یہ تھا کہ وزیر موصوف کی کوٹھی میں گھسنے کے بعد اسے کیا کرنا ہوگا۔

میک اپ کر لینے کے بعد کوٹھی کے قریب بھی پہنچ گیا لیکن اس سوال کا کوئی مناسب جواب نہ مل سکا۔

گیٹ کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے خونخوار قسم کے سنتریوں پر نظر ڈالی۔ ایک شاید پہلے سے وہیں کھڑا تھا اور دوسرا ابھی ابھی اندر کا راؤنڈ لے کر وہاں پہنچا تھا۔

حمید آگے بڑھتا چلا گیا۔

عمارت کے گرد تقریباً دس فٹ اونچی چہار دیواری تھی۔ پورا چکر لے کر وہ عمارت کی پشت پر آرکا۔

اب کیا نقب لگانی پڑے گی۔ وہ سوچنے لگا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت پشت سے ہلکی سی سیٹی سنائی دی۔ اگر سیٹی کا انداز نہ پہچانتا ہوتا تو مڑتے وقت ریوالور ضرور نکل آتا۔

آواز کی جانب بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ جھاڑیوں کے قریب پہنچ گیا۔ جہاں سے دیوار دوسری جانب مڑی تھی۔ وہاں ہی جانا پڑا۔ کیونکہ اب وہ فریدی کی سرگوشی صاف سن سکتا تھا۔

"ادھر ہی چلے آؤ۔"

حمید جھاڑیوں میں گھس پڑا۔ فریدی دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ اندھیرے میں شکل نہ دکھائی دی۔ اس لئے یہ اندازہ کرنا دشوار تھا کہ وہ بھی میک اپ ہی میں ہے یا نہیں۔

"اس دروازے میں......!" وہ حمید کا ہاتھ پکڑتا ہوا بولا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ چہار دیواری کے اندر تھے۔ فریدی نے مڑ کر دروازہ مقفل کیا۔ پھر حمید اندھیرے میں اس کے ساتھ چلتا رہا۔

یہ بڑی اچھی بات تھی کہ کمپاؤنڈ میں داخل ہونے کے بعد سے ابھی تک اس نے کسی کتے کی غراہٹ نہیں سنی تھی۔ ورنہ ہاتھ پیر پھول جاتے۔ اندھیرے میں کتوں کی غراہٹ اسے ایسی ہی معلوم ہوتی تھی جیسے بیک وقت ہزاروں خبیث روحیں گونج پڑی ہوں۔

اس کا ہاتھ فریدی کے ہاتھ میں تھا اور وہ اندھوں کی طرح چل رہا تھا۔ کمپاؤنڈ کے تاریک ہی حصوں سے گزرتے ہوئے وہ بالآخر رہائشی عمارت میں داخل ہوئے۔

پھر اندھیرے ہی میں انہوں نے زینے بھی طے کیے اور عمارت کی تیسری منزل پر پہنچے۔

سر پر تاروں بھرا آسمان صدہا سال پرانی کشت و خون کی کہانیاں سنا رہا تھا۔ ایسے مواقع پر حمید کو اس عظیم خلاء کی بے کراں پنہائیاں ایسی کہانیاں ضرور یاد دلاتی تھیں اور وہ خود کو بھی ہزار ہا سال پرانا آدمی تصور کرنے لگتا تھا۔ سوچتا آج بھی تو سب ایک دوسرے کی گھات میں ہیں۔ خون ضرور بہے گا خواہ وہ قانون ہی کے نام پر کیوں نہ ہو۔

فریدی اس سے کہہ رہا تھا۔ "یہاں اس ٹیپ ریکارڈر کی تمہیں حفاظت کرنی ہے۔ وزیر موصوف کو نہیں معلوم کہ یہاں کوئی ٹیپ ریکارڈر بھی لایا گیا ہے۔"

"آپ کی موجودگی کا علم ہے انہیں۔"

"ہاں میری موجودگی کا علم ہے انہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ کسی کیس کے سلسلے میں ان کا نام آئے۔ لیکن مجھے اپنا بچاؤ بھی تو مدنظر ہے۔"

"کیا چکر ہے۔"

"میں یہاں ...... بھٹی کا منتظر ہوں۔ خیر ...... تم سنو...... سرخ رنگ کا بلب روشن ہوتے ہی ریکارڈ کو چلا دینا اور اس کا بھی خیال رکھنا کہ تم پر کسی کی نظر نہ پڑنے پائے۔"

"کیا بھٹی یہاں آئے گا......اس چھت پر۔"

"بچوں کی سی باتیں مت کرو۔"

"اوہ..... تو مجھے یہاں تنہا رہنا پڑے گا۔"

"چلو بیٹھو......!" فریدی اس کے شانوں پر دباؤ ڈالتا ہوا بولا۔

حمید نے طویل سانس لی اور تن بہ تقدیر ہو گیا۔ اضمحلال تو پہلے ہی سے طاری تھا ذہن پر...... وہ سوچ رہا تھا کہ یہ معرکہ اس کی آنکھوں کے سامنے سر نہ ہو سکے گا۔

یہ کمرہ بالکل تاریک تھا۔ یہاں فریدی تنہا نہیں تھا۔ ایس پی ہومی سائیڈ بھی اس کے قریب ہی کھڑا اس کمرے میں جھانکنے کی کوشش کر رہا تھا' جہاں وزیر صاحب تنہا ٹہل رہے تھے۔ ان کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

"انہیں علم نہیں ہے کہ یہاں میرے علاوہ اور کوئی بھی ہے۔" فریدی نے سرگوشی کی۔

"اس لئے آپ محتاط رہئے گا۔"

"بہتر ہے۔" ایس پی بولا۔

ہومی سائیڈ والوں کو ایس۔پی بیراگی کے قتل کے بعد سے چکر پر چکر آ رہے تھے۔ شاید اسی لئے فریدی نے ان کے ایس۔پی کو بھی اس مہم میں شریک کر لیا تھا۔

دفعتاً دوسرے کمرے سے کسی کے کھکھارنے کی آواز آئی اور فریدی پوری طرح اس طرف متوجہ ہو گیا۔

بھٹی پردہ ہٹا کر کمرے میں داخل ہوا تھا۔ وزیر صاحب ٹہلتے ٹہلتے رک گئے۔ ان کے چہروں پر زردی چھائی ہوئی تھی۔

بھٹی نے انہیں گھورتے ہوئے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی اور بولا۔ "کیا فیصلہ کیا!"

"میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔" وزیر صاحب کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"میرے پاس وقت نہیں ہے۔" بھٹی غرایا۔

"لیکن...... لیکن...... یہ تو سوچو کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے اور تمہیں اس سے کیا فائدہ ہوگا۔"

"فائدہ......!" بھٹی زہر خند کے ساتھ بولا۔ "آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مجھے اس سے کیا فائدہ ہوگا۔"

"اچھی بات ہے...... جو تمہارے دل میں آئے کرلو۔" وزیر صاحب نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "ملک و قوم سے غداری کا مرتکب نہیں ہوسکوں گا۔"

"اچھی بات ہے...... تو پھر کل صبح۔"

"نہیں...... ابھی اور اسی وقت مسٹر بھٹی۔" فریدی نے دروازے کو دھکا دے کر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کا رخ بھٹی کی طرف تھا۔ ایس پی ہومی سائیڈ جہاں تھا وہیں رہا۔

بھٹی ایک پل کے لئے چونکا تھا پھر اس کی آنکھوں میں طنزیہ سی مسکراہٹ ناچنے لگی تھی۔ کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے تنا کھڑا رہا۔

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ......!" فریدی تحکمانہ لہجے میں بولا۔

بھٹی کے ہاتھ جیبوں سے نکل کر اوپر اٹھتے چلے گئے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں فریدی نے بائیں جانب چھلانگ لگائی۔ ایک پل کے لئے بھی غفلت برتی ہوتی تو سامنے والی میز ہی کی طرح اس کے بھی پرخچے اڑ گئے ہوتے۔ شاید اس نے بھٹی کے ہاتھ میں وہ عجیب و غریب وضع کا ایک ریوالور دیکھ لیا تھا۔ بے آواز...... اور چنگاریاں برسانے والا...... اس کی نال سے سنہری چنگاریوں کی دھار سی نکل کر میز سے ٹکرائی تھی اور میز کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔

"خبردار......!" ایس پی ہومی سائیڈ نے دوسرے کمرے سے للکارا تو لیکن کھلے ہوئے

دروازے کے سامنے آنے کی ہمت نہ کر سکا۔ آواز ہی پر بھٹی کے عجیب و غریب ریوالور کا رخ دروازے کی طرف پھر گیا تھا۔ چنگاریوں کی دھار نکل کر دروازے سے گزر گئی اور ایسا کڑاکا ہوا جیسے بجلی چمکی ہو۔ ایس پی نے اپنی پشت والی دیوار میں ایک فٹ قطر کا سوراخ ہوتے دیکھا۔ بجلی کا سا کڑاکا اسی وقت ہوا تھا جب چنگاریاں دیوار سے ٹکرائی تھیں۔

ٹھیک اسی وقت اس نے پے در پے تین فائروں کی آواز سنیں اور پھر ایک طویل چیخ کوئی دھم سے گرا تھا۔

وزیر صاحب کی خوفزدہ آواز آئی "اوہ...... اوہ یہ کیا ہوا......؟"

"اب آجایئے...... کیپٹن۔" فریدی نے اونچی آواز میں کہا تھا اور ایس۔ پی بھی تیزی سے اُس کمرے میں داخل ہوا تھا۔

بھٹی فرش پر چت پڑا ہوا تھا...... اور فریدی دوسرے کمرے کی دیوار میں ہو جانے والے سوراخ کو گھورے جا رہا تھا۔ ایس پی لاش پر جھک پڑا۔ دل کے مقام پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تین گولیاں لگی تھیں جن سے ابھی تک خون ابل رہا تھا۔

"آپ لوگ محفوظ ہیں۔" ایس پی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں ان سے پوچھا۔

"بالکل......!" فریدی مسکرایا۔ لیکن وزیر صاحب دل پر ہاتھ رکھے ہوئے آگے پیچھے جھولتے ہوئے بولے۔ "مجھے ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔"

فریدی نے جھپٹ کر انہیں سنبھالا۔ ورنہ وہ بھی لاش کے برابر ہی لیٹ گئے ہوتے۔

چار بجے صبح فریدی کے دفتر میں اس کے ساتھیوں نے اُسے گھیر رکھا تھا۔ وہ اس سے معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ اسے وزیر موصوف کے قتل کی سازش کا علم کیونکر ہوا تھا اور حمید سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی نے بھٹی کو مار کیوں ڈالا۔ بھٹی تنہا تھا اور تنہا مجرم خواہ کتنا ہی زبردست حربہ کیوں نہ رکھتا ہو فریدی کے کھیلنے کی چیز تھی۔ وہ ایسے ہی مجرموں کو زندہ

پکڑنے کے لئے اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔

دفعتاً وہ سب بوکھلا کر ادھر اُدھر منتشر ہوگئے کیونکہ ڈی۔ آئی۔ جی فریدی کے دفتر میں داخل ہوا تھا۔

"یہ یہ...... تم نے کیا کیا۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں فریدی کو مخاطب کیا۔

"میں نہیں سمجھا جناب۔" فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے حمید کی طرف بھی دیکھا۔

کمرے میں سناٹا چھا گیا تھا۔ وہ ڈی۔ آئی۔ جی کے پیچھے چلتے ہوئے آفس کی لائبریری میں آئے۔ یہاں انہیں ایس۔ پی ہومی سائیڈ کے علاوہ اور کوئی نظر نہ آیا۔ جو انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"تم بتاؤ...... وہ لاش کس کی ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے ایس پی سے پوچھا۔

"مسٹر راٹھور...... ایم پی کی۔" ایس پی نے کہا۔

"نہیں......!" فریدی متحیرانہ لہجے میں چیخا۔

"جی ہاں۔"

"آپ نے مجھے وہیں کیوں نہیں بتایا تھا۔" فریدی نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"مم...... میں خود بھی نہیں پہچان سکا تھا...... وہ تو ہسپتال میں مطلب یہ کہ وہاں جب وہ خول چہرے سے اتارا گیا تو...... وہ راٹھور صاحب تھے۔"

"میک اپ......!" فریدی کے لہجے کی حیرت اب بھی برقرار تھی۔

"جی ہاں...... حیرت انگیز میک اپ...... میں نے آج تک اتنا کامیاب پلاسٹک میک اپ نہیں دیکھا۔"

کچھ دیر کے لئے سناٹا چھا گیا۔ حمید نے ڈی۔ آئی۔ جی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ دیکھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ایس پی سے کہا۔ "اب آپ جا سکتے ہیں۔"

ایس پی نے ایڑیاں بجائیں اور باہر چلا گیا۔

"کیا تم نے مجھ سے بھٹی کی موت کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے پوچھا۔

"جی ہاں کیا تھا...... اور یہ بھی بتایا تھا کہ وہ سوئٹزرلینڈ میں مر جانے کے باوجود بھی یہاں دیکھا گیا ہے ظاہر ہے کہ مجھے تو اس کا تعاقب کرنا ہی تھا۔"

"مجھ سے بھی وہی باتیں۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے آنکھیں نکال کر بزرگانہ انداز میں کہا۔

"اب میں کیا عرض کروں۔ بھٹی کی موت کے متعلق پوری دنیا میں چند افراد کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ میں' آپ' راٹھور، سفیر صاحب اور سیکریٹری وزارت خارجہ.... آپ نے بھٹی کی موت کی خبر آج تک اپنی ہی ذات تک محدود رکھی تھی۔ لہٰذا اب میں جو کچھ آپ کو بتانے جارہا ہوں اسے بھی آپ اپنی ہی ذات تک محدود رکھیں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں؟"

"میں ابھی صاحب معاملہ سے فون پر اجازت لے چکا ہوں۔ میں نے اُن سے کہا تھا کہ ڈی۔ آئی۔ جی صاحب کو بتائے بغیر کام نہیں چلے گا۔ کیونکہ وہ بھی سوئٹزرلینڈ میں بھٹی کی موت سے واقف ہیں۔ انہوں نے اجازت دے دی ہے لیکن استدعا بھی کی ہے کہ آپ اس معاملے کو بھی اپنی ہی ذات تک محدود رکھیں۔ بھٹی بہت بڑا بلیک میلر تھا۔ ملک کی بڑی بڑی شخصیتوں کی بعض ایسی کمزوریاں اسے معلوم تھیں جن کی بناء پر وہ انہیں بلیک میل کر سکتا تھا۔ ان میں دو شخصیتیں بے حد نمایاں تھیں ایک تو سفیر صاحب جو سوئٹزرلینڈ میں تھے اور دوسرے وزارت خارجہ کے سیکریٹری صاحب اور یہ دونوں حضرات کسی ایک ہی معاملے میں بلیک میل کئے جارہے تھے۔ بھٹی نے انہیں دہلا رکھا تھا۔ غالباً اس نے اپنے سبھی شکاروں سے کہہ رکھا تھا کہ اگر وہ کسی طرح اچانک مر گیا تو اُن کے معاملات کھل کر منظر عام پر آجائیں گے کیونکہ اُن کے خلاف سارے ثبوت ایک ایسی ہستی کے پاس محفوظ ہیں جو دنیا کی ایک خطرناک تنظیم سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر اُن کے راز اس تنظیم کے ہاتھوں پہنچ گئے تو پھر ان کا کہیں ٹھکانہ نہ ہوگا۔ لہٰذا جیسے ہی سفیر کی دی ہوئی اطلاع سیکریٹری صاحب کو پہنچی اُن کے ہاتھ

پیر پھول گئے اور اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ رہ گیا کہ وہ کسی پر اعتماد کریں۔ نظر انتخاب مجھ پر پڑی۔ لیکن یہ کسی طرح ممکن نہیں تھا کہ آپ کے علم میں لائے بغیر میں ملک سے باہر جاکر کسی معاملے کی تفتیش کر سکتا۔ بہر حال میرے پہنچتے پہنچتے بھٹی دفن کیا جاچکا تھا۔ ہم نے راٹھور صاحب کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ بھٹی کی موت کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کریں، انہیں بتایا کہ بھٹی کی موت کی خبر پھیلنے سے بعض بین الاقوامی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ انہوں نے بڑے خلوص سے وعدہ کیا تھا اور اس پر قائم بھی رہے۔ موت اس خیال سے چھپائی گئی تھی کہ اُس ہستی کو خبر نہ ہونے پائے جس کے پاس بھٹی کے بیان کے مطابق اس کے شکاروں کے خلاف ثبوت محفوظ تھے۔ پھر یہ مشہور کرنے کی کوشش کی گئی کہ بھٹی یورپ کے کسی ملک میں کسی اہم فرض کی انجام دہی کے سلسلے میں مقیم ہے۔ اس کی تنخواہ بھی لگتی رہی اور جعلی دستخط سے اس کی وصولیابی کا انتظام بھی کیا گیا۔"

"لیکن اب اس کے لئے کیا جواز پیش کرو گے۔" آئی۔جی نے پوچھا۔

"سیکریٹری صاحب جانیں۔ مجھے اس سے کیا سروکار...... ہاں تو مجھے لڑکی پر اسی ہستی کا شبہ ہوا تھا جس کی طرف بھٹی نے اشارہ کیا تھا۔ میں نے اس کے سلسلے میں چھان بین شروع کی اور دو تین دن ہی میں اس کا ثبوت فراہم کر لیا کہ وہ عالمی پیمانے پر منشیات کی غیر قانونی تجارت کرنے والے گروہ مافیا سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک شام میں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ راٹھور صاحب اکڑ گئے کیونکہ وہ بھٹی کی موت کے بعد بھی انہیں کے یہاں مقیم رہی تھی۔ مجبوراً مجھے اس کو وہاں سے زبردستی اٹھالے جانا پڑا۔"

"زبردستی۔"

"جی ہاں...... مجبوری تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ راٹھور صاحب سائے کی طرح اس کے ساتھ لگے رہتے تھے۔ بہر حال میں اسے اپنی قیام گاہ پر لایا تھا لیکن چند گھنٹوں کے بعد وہ وہاں سے غائب ہو گئی۔ اس کے بعد پھر میں نے پچھلے دنوں اس کی لاش اس حالت میں دیکھی تھی کہ سر غائب تھا۔ ہتھیلیاں اور پنجے کاٹ لئے گئے تھے۔"

"تت تو وہ اسی کی لاش تھی۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے حیرت سے کہا۔

"میرا تو یہی خیال ہے۔ بھٹی کی دریافت کے بعد فوراً ہی میں نے مکان سے لئے گئے انگلیوں کے نشانات سے لڑکی کی انگلیوں کے نشانات کا موازنہ کرایا تھا۔ کچھ نشانات ان سے مل گئے تھے۔"

کچھ دیر خاموش رہ کر فریدی نے بھٹی کی دوبارہ دریافت سے لے کر حمید کے راٹھور کے پنجے میں پھنسنے تک کی داستان سنائی اور ڈی۔ آئی۔ جی کی اجازت سے سگار سلگا کر بولا۔

"بھٹی کا نام آتے ہی راٹھور کا خیال آیا تھا۔ کیونکہ آنا قدرتی بات تھی۔ میں جانتا تھا کہ حمید کو اچانک اپنی کوٹھی میں دیکھ کر وہ کیا کرتے ہیں۔ لڑکی والے واقعے کے بعد سے وہ حضرت مستقل طور پر میری تاک میں رہتے تھے اور میں بھی ان کی طرف سے غافل نہیں رہا تھا اور اس رات تو خصوصیت سے توجہ دینی پڑی تھی۔"

"تو تم جانتے تھے کہ بھٹی کے روپ میں وہ راٹھور ہی تھا۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے پوچھا۔

"راٹھور یا اسی کا کارندہ۔"

"ہرگز نہیں......!" ڈی۔ آئی۔ جی مسکرایا۔ "اگر تمہیں اس کے راٹھور ہونے کا یقین نہ ہوتا تو اسے مار نہ ڈالتے۔"

"چلئے یہی سمجھ لیجئے۔ بلکہ حقیقت بھی یہی ہے۔ میں نے سوچا اگر زندہ گرفتار کرتا ہوں تو ہو سکتا ہے کہ الٹی آنتیں گلے پڑ جائیں۔ پتہ نہیں اور کن کن بڑی شخصیتوں کو بلیک میل کرتا رہا ہو۔ ان پر ردّار کھ کر اپنا بچاؤ کر ہی لے۔ وزیر صنعت و تجارت کا حال آپ نے دیکھ ہی لیا۔"

"لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ وزیر صنعت کو بھی بلیک میل کر رہا ہے۔"

"حمید کو جب اس نے اپنی کوٹھی میں پکڑا تھا۔ تو اس سے ایک ایسی تحریر لی تھی جس کی بناء پر وہ مستقبل میں اسے بلیک میل کر سکتا۔ یہیں سے میرا یہ شبہ یقین تک پہنچا کہ بھٹی کے روپ میں اب راٹھور ہی اس بزنس کو چلا رہا ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ وہ ایک بڑا صنعت کار

بھی تھا اور لیڈر بھی۔ لہٰذا اس کی بلیک میلنگ سیاسی اور اقتصادی ہی نوعیت کی ہوتی ہوگی۔ بھٹی کی موت کے بعد صرف دو شکاروں کا اس سے پیچھا چھوٹ گیا تھا۔ سفیر برائے سوئٹزر لینڈ اور وزارت خارجہ کے سیکریٹری۔ چونکہ بقیہ دنیا کے لئے وہ مر چکا تھا اس لئے راٹھور بہ آسانی بھٹی کے روپ میں ان دونوں کے علاوہ اور سب کو دھوکا دیتا رہا۔ انہیں تو پھر چھیڑا نہیں گیا تھا بہر حال میں نے قیاس کیا کہ وزیر صنعت پر بھی اس نے جال ڈالنے کی کوشش کی ہو گی لائسنس اور پرمنٹ کے چکر میں...... اندازہ غلط نہ نکلا۔ وہ حقیقتاً انہیں بلیک میل کر رہا تھا اور اتفاق سے انہیں دنوں نئی تجارتی پالیسی سے متعلق کچھ ایسے نکات ان سے معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا جن کا منظر عام پر آنا ملک و قوم کے لئے سود مند نہ تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے وزیر موصوف کو بولنے پر آمادہ کیا تھا۔ انہیں یقین دلایا تھا کہ اس واقعہ کو دوسرا رنگ دینے کی کوشش کی جائے گی۔ کچھ اس وجہ سے اور بھی میں اسے زندہ نہیں گرفتار کر سکا۔"

"لیکن...... وہ لڑکی..... کیوں قتل کی گئی...... اور لاش کی تشہیر کا کیا مطلب تھا۔" ڈی۔ آئی۔ جی بولا۔

"اس کا صحیح جواب تو راٹھور ہی دے سکتا تھا۔ لیکن میرا قیاس ہے کہ کسی زمانے میں راٹھور بھی بھٹی کے شکاروں میں سے رہا ہوگا اور اس نے بھی یہی قیاس کیا ہوگا کہ وہ لڑکی بھی بھٹی کی ہمراز ہو سکتی ہے۔ لہٰذا بھٹی کی موت کے بعد وہ خود ہی بھٹی بن بیٹھا۔ صرف ان لوگوں کے سامنے بحیثیت بھٹی نہیں آیا جنہیں بھٹی کی موت کا علم تھا اور پھر غالباً اس نے خصوصیت سے اپنے مطلب کے شکاروں کو الگ کر کے بقیہ کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اس کی بھی ایک مثال میرے سامنے آئی تھی۔ خیر اسے چھوڑیئے۔ آپ لڑکی کے قتل اور لاش کی تشہیر کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ میرا خیال ہے کہ لڑکی کو بھی شبہ ہو گیا تھا کہ یہ بھٹی نہیں ہے اس لئے وہ ان ثبوتوں کو دبا بیٹھی ہو گی جو راٹھور سے متعلق تھے۔ اس لئے کہ بھٹی راٹھور ہی کے یہاں سے غائب ہوا تھا۔ لڑکی سے اس وقت سفیر صاحب نے یہی کہا تھا کہ وہ بے حد ضروری کام کے سلسلے میں فوری طور پر کسی دوسرے ملک کے لئے روانہ ہو گیا ہے پھر میں زبردستی اسے

اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ ان وجوہات کی بناء پر اسے شبہ ہو گیا ہو گا کہ وہ کسی سازش سے دوچار ہے بہر حال راٹھور نے اسے اس وقت تک زندہ رکھا جب تک کہ اس کے قبضے سے وہ مواد نہیں نکال لیا جو خود اس کے خلاف تھا۔ رہی لاش کی تشہیر تو یہ اس کے کارکنوں کی حماقت کا نتیجہ بھی ہو سکتی ہے۔ انہوں نے سوچا ہو گا کہ اس طرح وہ بہ آسانی لاش سے پیچھا بھی چھڑالیں گے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو گی۔ ہو سکتا ہے اسی خطا کی پاداش میں وہ شخص مارا گیا ہو جو اس کے شوہر کا رول ادا کر تا رہا تھا۔"

ڈی۔ آئی۔ جی کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر ضابطے کی کاروائی کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ راٹھور کا وہ عجیب و غریب پستول بھی زیر بحث آیا۔

"میں نے تو ایسے پستول صرف فلموں میں دیکھے ہیں۔" حمید بڑبڑایا۔ "غالباً مریخ کے باشندے ایسے ہی پستولوں سے اپنا کھانا پکاتے ہیں۔"

"اسی پستول کی بناء پر مجھے کہنے دیجئے کہ راٹھور زیرولینڈ کا جاسوس بھی تھا۔" فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "ڈی۔ ایس۔ پی بیراگی کے یہاں سے ایسے کچھ کاغذات بھی ملے ہیں۔"

ڈی۔ آئی۔ جی حیرت سے منہ کھولے اُسے دیکھ رہا تھا۔ جلدی سے بولا۔ "ہاں کہو خاموش کیوں ہو گئے۔"

"فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بارہ بجے تک آپ کو پوری رپورٹ مل جائے گی۔"

مگر واپس جاتے ہوئے حمید نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔ "آخر مجھے اس طرح وزیر صاحب کی کوٹھی میں طلب کرنے کا کیا مطلب تھا۔ میں تو سمجھا تھا شاید چوروں کی طرح کوٹھی میں گھسنا پڑے گا۔"

"راٹھور کے آدمی ہر وقت میری نگرانی کرتے تھے۔ ہماری کوٹھی کے گرد اس کے گرگوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ اگر اسے اس کی اطلاع ہو جاتی کہ میں کسی طرح بھی وزیر صاحب کی کوٹھی میں داخل ہوا ہوں تو وہ ہر گز وہاں نہ آتا۔ پہلی بار جب وزیر صاحب سے ملا تھا تب

بھی نگرانی کرنے والوں کو دھوکا دینا پڑا تھا۔ بہرحال مجھے یقین تھا کہ تم کوٹھی میں گھسنے کا راستہ تلاش کرتے ہوئے عمارت کی پشت پر ضرور آؤ گے۔"

"اور وہ لڑکی......!" حمید نے پھر ٹھنڈی سانس لی۔

"غالباً تمہارا اشارہ جولی وکٹر کی طرف ہے۔ اُس نے تم سے جتنی بھی باتیں کی تھیں سب بکواس...... دراصل اس سے بھی مجھے بڑی مدد ملی ہے جب پہلے پہل ہم اس مکان کے سامنے مالک مکان سے گفتگو کر رہے تھے وہ ہم تک پہنچی تھی اور ہمیں اچھی طرح پہچانتی بھی تھی۔ انجان اس لئے بنی تھی کہ بھٹی کی نشاندہی کرنا چاہتی تھی۔ وزارت خارجہ کی گاڑی کا تذکرہ سب سے پہلے اسی نے کیا تھا۔ لیکن بھٹی کا نام بتانے سے گریز کرتی رہی تھی۔

"اوہ تو کیا وہ اسے ایک بلیک میلر ہی کی حیثیت سے جانتی تھی۔"

"ہاں...... کیونکہ ایک سال پہلے تک وہ اس کے باپ سے بھی سہ ماہی وصول کرتا رہا تھا۔ اُس کے کسی راز کو راز رکھنے کے صلے میں...... وہ اپنے شکاروں سے اسی طرح سہ ماہی رقوم وصول کرتا تھا۔ اس کا باپ اس سے بے حد خائف رہتا تھا۔ بہرحال وہ سامنے والے مکان میں اسے اکثر دیکھتی لیکن اسے حیرت ہوتی کہ آخر وہ حسب سابق ان کی طرف رخ کیوں نہیں کرتا۔ اس نے اس کا تذکرہ اپنے باپ سے بھی کیا تھا لیکن وہ خوفزدہ ہو کر بولا تھا ۔"مت دیکھو اس کی طرف...... بھول جاؤ اُسے...... خدا کرے وہ مجھے بھی بھول گیا ہو۔ اس کے پاس جو مواد میرے خلاف ہے خدا کرے ضائع ہو گیا ہو۔ ضرور ایسا ہی ہے تبھی وہ یہاں نہیں آتا۔ ظاہر ہے اصل بھٹی تو مر چکا تھا اور راٹھور نے بحیثیت بھٹی صرف انہیں لوگوں سے سروکار رکھا تھا جو اس کیلئے بہت اہم تھے۔ یعنی بھٹی کی طرح وہ رقومات نہیں وصول کرتا تھا بلکہ ان سے اپنے مفاد میں کام لیتا تھا۔ مثال کے طور پر وزیر صنعت کا معاملہ لے لو۔"

"آپ نے جولی سے یہ سب باتیں کب معلوم کیں۔"

"گیسپر والے معاملے کے بعد...... گیسپر کو کسی نامعلوم آدمی نے تمہارے متعلق فون پر نہیں بتایا تھا بلکہ یہ ان دونوں کی ملی بھگت تھی۔ جولی ہی نے گیسپر کو بھیجا تھا اور پھر خود

ہی بیچ بچاؤ کرانے چلی آئی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ ہم لوگ اس مکان کے لوگوں کے خلاف اپنی مہم پہلے سے بھی تیز کر دیں حالانکہ اس کا یہ فعل قطعی احمقانہ تھا۔"

حمید جس کی پلکیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں جھومتا ہوا بولا۔ "تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ گیسپر سے محبت کرتی ہے۔"

"ہوں......!" فریدی غرایا۔ "تم اسی مسئلے پر اپنی رپورٹ لکھ ڈالو۔ ماہنامہ دلدار میں چھپوا دوں گا۔"

"اُوہ...... معاف کیجئے گا۔" حمید چونک کر بولا۔ "شاید میں اونگھ رہا تھا۔ ہمیں بھلا محبت وحبت سے کیا سروکار...... ہم تو صرف اس لئے پیدا ہوئے تھے کہ شہر کی سڑکوں پر رات رات بھر مکھیاں مارتے پھریں۔ لیکن وہ زیرولینڈ والا پستول؟"

"راٹھور کی موت نے بڑی مشکلات میں مبتلا کر دیا ہے لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ میں نے وزیر صنعت سے وعدہ کر لیا تھا کہ بلیک میلنگ کی کہانی منظر عام پر نہ آنے پائے گی۔ راٹھور کی زندگی میں یہ ناممکن ہو جاتا۔ اب صبح کے اخبارات وزیر صنعت کے خلاف ہلاکت خیز سازش کی خبر سنائیں گے اور مجھے اس سازش کی اطلاع پہلے ہی مل گئی تھی۔ لہٰذا میری بروقت مداخلت نے اُن کی جان بچالی۔ آئندہ سال تک سرکاری کاغذات میں بھٹی بھی مر جائے گا۔"

"جولی وکٹر......" حمید بصد سوز و گداز گنگنایا۔

"اُسے بھول جاؤ...... وہ لڑکی کریک ہے۔"

"مجھے آج تک کوئی ایسی لڑکی نہیں ملی جو کریک نہ رہی ہو۔" حمید نے جماہی لے کر کہا اور پھر اونگھنے لگا۔

ختم شد